पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी
156
156,U
۱۲
۱۴
تعلیم المبتدی
The book is printed on 28 lbs. White Pr
and Cover on 60 lbs. Paper.

تعلیم المبتدی

حصّہ چہارم

ورناکیولر اسکولوں کے درجہ چہارم کے لئے

مصنّفہ

سیّد اعجاز حسین، اعجاز۔ ایم۔ اے

لکچرر الہ آباد یونیورسٹی

و

راما شنکر شکل، رسال۔ ایم۔ اے

سابق پروفیسر ہندی کانیکج کالج لکھنؤ۔ ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی

رام نرائن لعل

پبلشر اینڈ بکسیلر

الہ آباد

۱۹۳۷ء

قیمت ۵

بار سوم

نیشنل پریس الہ آباد
میں
باہتمام رمضان علی شاہ چھپا

M. 5

یہ کتاب ۲۸ پونڈ کاغذ پر چھپی ہے اور کور ۶۰ پونڈ پر چھپا ہے ۔

دیباچہ

یہ کتاب سررشتۂ تعلیم ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی نئی اسکیم کو مدّنظر رکھ کر دیہاتی اسکولوں کے درجہ چہارم کے لئے لکھی گئی ہے۔ ہر سبق کے لکھنے میں سررشتۂ تعلیم کی ہدایت کا خیال رکھا گیا ہے۔ ہر جگہ دیہاتی زندگی اور اُس سے تعلق رکھنے والی چیزوں مثلاً زراعت، آبپاشی وغیرہ کو خاص طور سے اہمیت دی گئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ لڑکوں کی ضروریات اور اُن کے ماحول سے تعلّق رکھنے والی باتوں پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

جہاں تک ہو سکا ہے زبان وہی رکھی گئی ہے جو ہندی اور اُردو میں مشترک ہے اور اس قدر سہل اور روزمرّہ کی زبان ہے کہ طالب علم آسانی سے سمجھ سکیں۔

مضامین کے لکھتے وقت جدّت و نُدرت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ ہر ایک سبق کے لکھنے میں یہ احتیاط کی گئی ہے کہ بہت طولانی نہ ہو۔ جا بجا تصویریں بھی اس خیال سے لگا دی گئی ہیں کہ بچّوں کو دلچسپی ہو اور سبق زیادہ وضاحت کے ساتھ نظروں کے سامنے آجائے اور اِس کتاب کی نظر ثانی کرتے وقت علاوہ اصلاح کے نئے ضروری اور مفید اسباق بھی شامل کر دئے گئے ہیں۔ ہر ایک سبق

کے شروع میں ہجے اور معنی کا لحاظ کرتے ہوئے چند ضروری اور مشکل الفاظ درج کئے گئے ہیں اور اُن کے آخر میں چند سوالات بھی دئے گئے ہیں۔ اُستادوں کو چاہیئے کہ اُن مشکل الفاظ کو تختۂ سیاہ پر لکھ کر اُن کی ہجے اور معنی بخوبی ذہن نشین کرا دیں اور اُن سوالات کو نمونہ کے طور پر سمجھا کر اپنی طرف سے بھی سوالات کریں کہ سبق زیادہ واضح ہو جائے۔

طرزِ تحریر اور تخیّل کے لحاظ سے اِس کتاب کے مضامین میں کسی قدر پچھلی کتابوں کے بہ نسبت ترقی ہے۔ اُستادوں کو چاہیئے کہ لڑکوں کی ذہنی ترقی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اُن سے کام لیں اور ہر سبق کے پڑھانے سے پہلے اُس سبق کے متعلق جو اور ضروری باتیں ہوں اُن کو بتا کر طالب علموں کی توجہ اچھی طرح سبق کی طرف مائل کر دیں۔ اِن اسباق میں جہاں کہیں شہروں کے نام آئے ہیں اُن کو نقشے کی مدد سے سمجھانا چاہیئے۔

(مصنّف)

فہرست مضامین

حصّہ چہارم

تعلیم المبتدی

حصّہ چہارم

سبق (۱)

بنارس

میلہ   علم کا گھر   لائق   دھرورہ   یونیورسٹی

بنارس ہندوؤں کے لئے ایسا ہے جیسا مسلمانوں
کے لئے مکّہ اور مدینہ۔ یہ شہر گنگا کے کنارے پر بہت
دور تک آباد ہے۔ دیکھنے میں بھی یہ بڑا خوبصورت ہے۔
ہندوستان کی سبھی جگھوں سے لوگ یہاں آیا کرتے
ہیں۔ جس وقت چندر گرہن یا سورج گرہن ہوتا ہے۔
اُس وقت یہاں بہت بڑا میلہ لگ جاتا ہے۔

بَرنا اور اَسی نام کی دو ندیاں ہیں جن کی وجہ
سے اِس کا نام بنارس پڑ گیا ہے۔ اِسے لوگ کاشی

بھی کہتے ہیں۔ یہی اِس کا پُرانا نام بھی ہے۔ یہ شہر ہندوستان کا سب سے پُرانا اور مشہور شہر ہے۔

بنارس جن باتوں کے لئے مشہور ہے اُن میں سے ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ بہت پُرانے وقت سے سنسکرت کے علم کا گھر ہے۔ یہاں بہت سے پنڈت
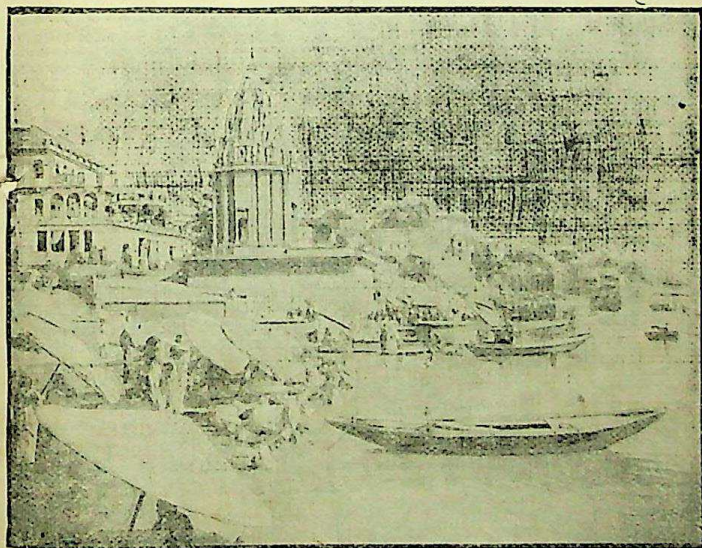
اب بھی موجود ہیں۔ اب یہ اُن خاص جگہوں میں سے ایک ہے جو ہندی زبان کے لئے مشہور ہیں۔

بنارس ہی میں وہ ناگری پرچارنی سبھا ہے،

جس نے ہندی زبان کے ترقی دینے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔

یہاں پر ایک ہندو یونیورسٹی ہے جس کے برابر کی یونیورسٹی ہندوستان میں اور کہیں بھی نہیں ہے۔ اِس یونیورسٹی کی عمارتیں کئی میل کے گھیرے میں بنی ہوئی ہیں اور دیکھنے کے لائق ہیں۔

بنارس میں سب سے مشہور مندر وشوناتھ جی کا مندر ہے۔ اس کے اندر سونے چاندی کا کام ہے۔ اِس مندر کے دیکھنے کے لئے سارے ہندوستان سے لوگ آیا کرتے ہیں۔ گنگاجی کے کنارے پر بھی بڑے خوبصورت مندر اور گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ صبح اور شام کے وقت یہاں کی بہار دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ مادھو داس کا بنایا ہوا دھرورہ راجہ موتی چند کا موتی جھیل اور مہاراجہ بنارس کے محل بھی اپنی خوبصورتی کے لئے مشہور ہیں۔

یہ شہر بہت گھنا بسا ہوا ہے، اِسی لئے یہاں کی سڑکیں اور گلیاں بہت تنگ ہیں۔ بنارس کا تمباکو اور ریشم کی ساڑیاں اِتنی اچھی ہوتی ہیں کہ بہت دور دور تک بھیجی جاتی ہیں۔ یہاں پیتل کے برتن بھی بہت اچھے

بنتے ہیں۔

بنارس میں کئی ریل کی سڑکیں ملتی ہیں۔ اُس سے یہاں کے آنے جانے والوں کو بڑی آسانی ہوتی ہے۔

دیکھو اِس تصویر میں بنارس کا ایک حصّہ دکھایا گیا ہے۔ اِس سے تم کو معلوم ہوگا کہ بنارس کا شہر کیسا خوبصورت اور اچّھا ہے۔

مشق

۱۔ بنارس کی کون کون سی جگہیں دیکھنے کے لائق ہیں؟

۲۔ اس کا نام بنارس کیوں پڑا؟

۳۔ بنارس کیوں مشہور ہے؟

۴۔ بنارس میں کون کون سی چیزیں اچّھی بنتی ہیں؟

۵۔ بنارس کا حال اپنی زبان میں لکھو۔

سبق (۲)

دھان

ڈھینکی بہ نسبت ہضم طاقتور مزہ دار

بچّو! تم چاول تو کھاتے ہی ہو گے۔ آؤ ہم آج

تمھیں یہ بتلائیں کہ ہمیں چاول کہاں سے ملتے ہیں۔
چاول ہمیں دھان سے ملتے ہیں۔ ہندوستان کے پوربی حصّوں جیسے بنگال، بہار اور برہما میں دھان کی کھیتی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ اِن جگھوں میں جو دھان پیدا ہوتا ہے وہ ہندوستان کے لئے تو کافی ہوتا ہی ہے اور دوسرے ملکوں کو بھی بھیجا جاتا ہے۔

وہاں کی کھیتی اُنھیں جگھوں میں اچھی ہوتی ہے جہاں پانی خوب برستا ہے کیونکہ دھان کے پودے پانی کے لئے ہمیشہ پیاسے رہتے ہیں۔ اُن جگھوں میں جہاں پانی کم برستا ہے دھان نہیں پیدا ہوتا۔ اِسی لئے ہندوستان کے پچھمی حصّوں میں پنجاب، راجپوتانہ میں دھان نہیں پیدا ہوتا ہے۔ دھان کے کھیتوں میں پانی خوب بھرا رہنا چاہیئے تب ہی دھان کے پودے بڑھتے اور پھیلتے ہیں۔

برسات کے شروع ہی میں جب ایک اچّھا پانی برس جاتا ہے اور کھیتوں میں بھر جاتا ہے تب کسان لوگ دھان بوتے ہیں۔ دھان کے کھیت کو دو تین مرتبہ جوت کر چھوڑ دیتے ہیں۔ جب اس میں کافی

برسات کا پانی بھر جاتا ہے تب دھان اُس میں بوتے ہیں۔ دھان کئی طرح سے بویا جاتا ہے۔ پہلے ایک کھیت میں دھان بو دیا جاتا ہے اور جب پودے اُگ آتے ہیں تب اُنھیں اُکھاڑ کر کسی ایسے دوسرے کھیت میں لگا دیتے ہیں جس میں پانی خوب بھرا ہو۔ اُسے پودا لگانا کہتے ہیں۔ پودے اس طرح لگائے جانے پر سوکھتے نہیں بلکہ فوراً ہی دوسرے کھیت میں لگ جاتے ہیں اور پانی پاکر خوب بڑھتے ہیں۔ کہیں کہیں لوگ ایسا نہیں کرتے اور کسی تیار کئے ہوئے کھیت میں اُس میں پانی بھر جانے پر دھان چھیٹ دیتے ہیں۔

گیہوں اور چنے وغیرہ کی طرح دھان کے بیج دور دور نہیں بوئے جاتے بلکہ بہت پاس پاس بوئے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں کھیتوں میں جب برسات کا پانی بھر جاتا ہے۔ تب اُنھیں جوتتے ہیں اور اُن میں دھان بوتے ہیں۔ اِسے "لیو دینا" کہتے ہیں۔ دھانوں کے لئے کالی مٹّی اچھی ہوتی ہے۔ اِس مٹّی میں دھان کے پودے خوب پنپتے ہیں۔ دھان کی کھیتی میں دو باتوں پر خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ایک تو دھان کے کھیتوں کے نرانے پر

اور دوسرے اُن میں پانی دینے پر۔ اِن دونوں میں سے
اگر کسی میں کمی ہوئی۔ تو دھان کی فصل اچھّی نہیں ہوتی۔
نرانے میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے
کہ گھاس وغیرہ کے ساتھ کہیں دھان کے پودے جو
گھاس کے پودوں سے پوری طرح مِلتے جُلتے ہیں کٹ
نہ جائیں، نہیں تو فصل سب کی سب چوپٹ ہوجائیگی۔
دھان کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دھان اساڑھ میں
بویا جاتا ہے اور بھادوں میں کاٹ لیا جاتا ہے اُسے
بھدئیں دھان کہتے ہیں اور جو اساڑھ میں بویا جاتا ہے
اور کنوار میں کاٹا جاتا ہے اُسے کنواری دھان کہتے ہیں۔
جو دھان اساڑھ میں بویا جاتا ہے اور بھادوں میں جس
کی پودھ پانی سے بھرے ہوئے دوسرے کھیت میں
لگائی جاتی ہے اُسے "لوائن جڑہن" یا اگہنی دھان کہتے
ہیں۔ کیونکہ یہ دھان اگہن میں کاٹا جاتا ہے۔ جب جاڑے
کی رُت آجاتی ہے تب اِس دھان کے لئے پانی کی
بہت ضرورت رہتی ہے۔

ساری برسات میں دھان پانی پیتے ہوئے بڑھتے
رہتے ہیں اور کنوار کاتک اور اگہن میں پھلتے ہیں۔

دھان کے پودوں میں لمبی لمبی بالیں لگتی ہیں اور ایک ایک بال میں بہت بہت سے دھان لگتے ہیں۔ جب بالیں پک جاتی ہیں تب دھان کے پودے کاٹ لئے جاتے ہیں اور کھلیان میں ماڑے جاتے ہیں یعنی بیلوں کے ذریعہ سے کچلے جاتے ہیں۔ ماڑے دھان الگ ہوجاتے ہیں ادر اُس کے سُوکھے پودے بھی الگ ہوجاتے ہیں۔ اُس کو پیال کہتے ہیں۔ پیال چوپایوں کے کِھلانے اور زمین پر بچھانے کے کام میں آتا ہے۔ جاڑے کے دنوں میں کسان لوگ پیال پر سوتے ہیں کیونکہ یہ بہت گرم ہوتا ہے۔

دھان سے چاول دو طرح سے نکالے جاتے ہیں۔ دھانوں کو پہلے اُبال کر سُکھاتے ہیں اور پھر اُنھیں ڈھیکی سے کوٹتے ہیں۔ اس طرح پر چاول بہت کم ٹوٹتے ہیں۔ اُنھیں بھنجیا چاول کہتے ہیں اور لوگ اُنھیں کم کھاتے ہیں۔ دوسری طرح سے چاول یوں نکالے جاتے ہیں۔ دھانوں کو بغیر اُبالے خوب سُکھاتے ہیں اور پھر اُنھیں کوٹ کر چاول نکالتے ہیں۔ اس طرح پر چاول بہت ٹوٹتے ہیں اور اُنھیں اَروا چاول کہتے

ہیں۔ کوئی کوئی چاول بہت خوشبودار میٹھے اور مزہ دار ہوتے ہیں۔ چاولوں کی بہت سی قسمیں اور نام ہیں۔

پیلی بھیت اور دیرہ دون کے چاول بہت مشہور ہیں۔ لال، پیلا اور سفید کئی رنگ کے چاول ہوتے ہیں۔ یوں تو چاول اوراناجوں کی بہ نسبت بہت جلد ہضم ہوجاتا ہے لیکن پرانا چاول اور بھی جلد ہضم ہوجاتا ہے۔ اسی لئے وہ بہت پسند کیا جاتا ہے۔ چاولوں کا بھات اگر اس کا پانی جسے مانڑ کہتے ہیں نکال دیا جائے تو پکا کر چاول کمزور یا پھیکا پڑجاتا ہے۔ اس لئے چاول پکانے کے لئے پانی اس انداز سے رکھنا چاہیئے کہ مانڑ نکالنے کی ضرورت نہ پڑے۔ بھات میں کیوڑہ، زعفران، کپور بھی ڈالا جاتا ہے۔ میٹھا اور نمکین دونوں طرح کا چاول ہوتا ہے۔ دودھ ڈال کر چاولوں کی کھیر بھی بنائی جاتی ہے۔

دھان کو بھاڑ میں بھون کر اُن کی کھیلیں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن جب دھانوں کو اُبال کر سکھا لیتے ہیں اور پھر کوٹ کر بھون لیتے ہیں تب اُسے لائی کہتے ہیں۔ جب اُبالے ہوئے دھانوں کو سکھا کر اور بھون کر

کوٹتے ہیں تب چیوڑا بن جاتا ہے۔ اُسے دودھ میں بھگوکر چینی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ یہ بڑا مزہ دار ہوتا ہے۔

چاول گیہوں کے بہ نسبت کم طاقتور ہوتا ہے لیکن ہضم بہت جلد ہوتا ہے۔ اس سے چاول کھانے والے آدمی کم طاقتور ہوتے ہیں۔ بنگال، بہار اور ہمارے صوبے کے کچھ پوربی ضلعوں میں چاول زیادہ کھایا جاتا ہے۔ چاول کھانے کے پہلے اور پیچھے ترلوز نہ کھانا چاہیے۔ کیونکہ اِس سے نقصان ہوتا ہے۔

مشق

۱۔ چاول کن جگہوں میں زیادہ پیدا ہوتا ہے؟

۲۔ چاول کی کھیتی کتنے طرح سے کی جاتی ہے؟

۳۔ کہاں کہاں کا چاول مشہور ہے؟

۴۔ دھان سے کون کون سی چیزیں تیار کی جاتی ہیں؟

سبق - (۳)

اشوک

دلیری - خوبی - طریقہ - چڑھیّاں - نصیحت - سلطنت

پُرانے زمانے میں ہندوستان میں ایک بہت بڑا مشہور راجہ ہوا ہے۔ اُس کا نام شاید تم نے ابتک نہ سُنا ہوگا۔ آج ہم تمھیں اُس کا تھوڑا سا حال بتلائیں گے۔ جس سے تم یہ جان جاؤگے کہ تمھارے اس ملک میں بھی پہلے بہت بڑے بڑے آدمی ایسے ہوگئے ہیں جن کے نام اور جن کے کام آج تک دنیا میں موجود ہیں۔ ہمیں اور ہمارے ملک کو اُن پر فخر کرنا چاہیئے۔

جس کا حال ہم تمھیں یہاں بتلائیں گے اُن کا نام مہاراجہ اشوک تھا۔ اُن کے بابا مہاراجہ چندرگپت بھی بڑے مشہور راجہ تھے۔ لڑکپن میں مہاراجہ اشوک نے بہت سے علم اور ہُنر سیکھے۔ بہادری، دلیری اور ہمّت تو اُن میں شروع ہی سے تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اُن میں رحم، انصاف اور بھلمنساہت بھی بہت تھی۔ اپنے ملک اپنی رعایا اور اپنی قوم کو بہت ہی پیار کرتے

اور مانتے تھے۔ اِن سب کی بھلائی کا اُن کو ہمیشہ خیال رہتا تھا۔

جب اشوک پچیس برس کے ہوئے تب وہ راج گدّی پر بیٹھے۔ اُن کا پایۂ تخت اُجّین تھا اور اُن کی سلطنت اُتّر میں ترکستان سے لے کر دکّھن میں کرشنا دریا تک یعنی قریب قریب سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ اُنھوں نے چالیس برس تک بڑی خوبی کے ساتھ راج کیا اور ملک کو ہر طریقہ سے ترقی دی۔

تخت پر بیٹھنے کے آٹھ برس بعد اُنھوں نے اُڑیسہ کے صوبہ پر جسے اُس وقت کلنگ کہتے تھے، چڑھائی کی اور بہت بڑی لڑائی لڑکر اُسے جیت لیا۔ اِس لڑائی میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یہ دیکھ کر مہاراجہ اشوک کو بہت رنج ہوا۔ اُنھوں نے ہمیشہ کے لئے چڑھائی کرنا اور لڑنا بند کردیا۔

اُنھوں نے اپنی پیاری رعایا کی بھلائی کے لئے بہت اچھے اچھے اور بڑے بڑے کام کئے۔ بہت اچھی اچھی سڑکیں نکلوائیں اور اُن کے دونوں طرف پھلوں کے سائے دار پیڑ لگوائے۔ جگہ جگہ پر مسافروں کے لئے

ٹھہرنے کی جگہیں یعنی دھرم شالے اور بیماروں کے لئے دواخانے پیاسوں کے لئے پوسلے اور جانوروں کے لیئے چرہیاں وغیرہ بنوادیں۔ سڑکوں پر کنویں اور باولیاں بھی کُھدوادیں۔

یوں تو مہاراجہ اشوک سبھی مذہب کو اچھا جان کر عزّت کے ساتھ دیکھتے تھے لیکن اُنھیں بودھ مذہب بہت پسند تھا۔ اُنھوں نے اُس مذہب کو پھیلانے کے لئے بہت سی تدبیریں کیں۔ جگہ جگہ پر اُنھوں نے پتّھر کی لاٹ جن پر بودھ مذہب کے احکام کُھدے ہوئے تھے کھڑی کروادیں اور بڑے بڑے عالموں کو دور دور کے ملکوں میں بودھ مذہب کی اچھّی اچھّی باتوں کو پھیلانے کے لئے بھیجا۔ اِسی سے آج لنکا، برہما وغیرہ ملکوں میں یہ مذہب پایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کی کئی جگہوں میں اشوک کی لاٹیں اب بھی ملتی ہیں۔ ایک لاٹ الہ آباد کے قلعے میں بھی موجود ہے۔

مہاراجہ اشوک ہر سال اپنی پرانی راجدھانی (پایۂ تخت) پاٹلی پتر میں جسے اب پٹنہ کہتے ہیں، عالموں کا ایک بڑا بھاری جلسہ کیا کرتے تھے اور اُن کو بہت انعام دیتے تھے۔

اشوک نے جن نصیحتوں کو ملک میں پھیلایا تھا
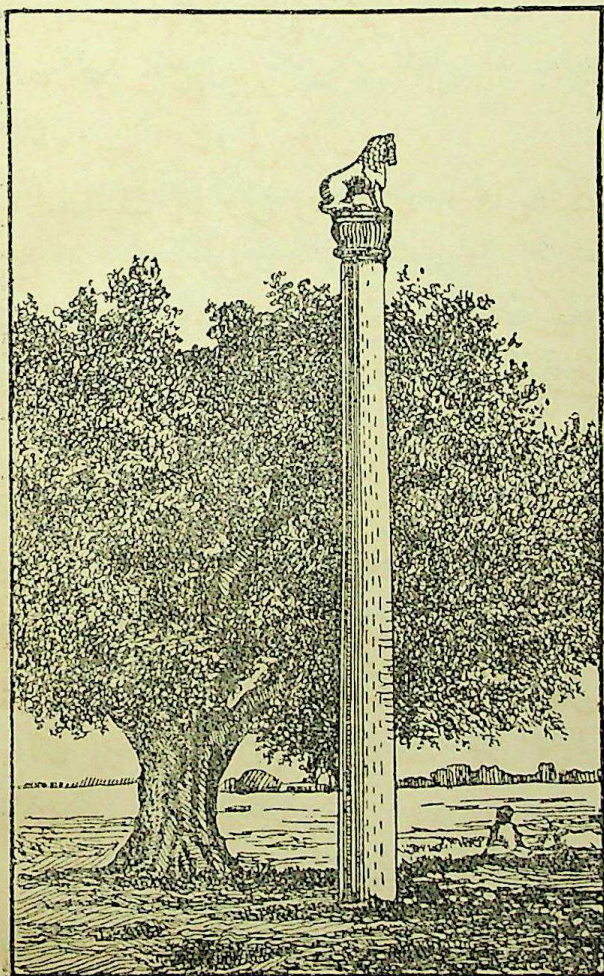
اُن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) ماں باپ کا حکم مانو۔
(۲) سب جانوروں پر رحم کرو۔
(۳) ہمیشہ سچ بولو۔
(۴) اپنے اُستاد کی عزّت کرو۔
(۵) اپنے بھائیوں اور ملک والوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرو۔

یہ نصیحتیں ایسی ہیں جنھیں دنیا کے سبھی مذہب والے خوشی سے مانتے اور سکھلاتے ہیں۔ ہندو مذہب کی تو یہ خاص نصیحتیں ہیں۔

مہاراجہ اشوک اپنے اِنھیں خصوصیات سے ملک کو بہت پیارے تھے اور اپنے انھیں نیک کاموں کی وجہ سے آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ جتنا بڑا راج جس اچھائی کے ساتھ اُنھوں نے کیا اُتنا بڑا راج اُتنی خوبی سے اور کسی بادشاہ نے یہاں پر نہیں کیا۔

مشق

۱۔ اشوک کی خاص خاص نصیحتیں کیا ہیں؟
۲۔ مہاراجہ اشوک نے رعایا کے لئے کیا کیا درستی کی؟

۳۔ مذہب کو پھیلانے کے لئے مہاراجہ اشوک نے کیا کیا تدبیریں کیں؟

۴۔ اشوک کی سلطنت کہاں سے کہاں تک تھی؟

۵۔ اشوک کے لڑائی بند کرنے کی وجہ کیا تھی؟

۶۔ مہاراجہ اشوک کے خاص خاص ہنروں کی باتیں اپنی زبان میں بیان کرو۔

سبق (۴)

سینچائی اور نہر

خود بخود   قحط   علاوہ   علیحدہ   محکمہ

کھیتی کے لئے پانی سب سے ضروری چیز ہے۔ اگر کھیت کو پانی نہ ملے تو اُن میں کچھ بھی پیدا نہوگا۔ چاہے کھیتوں کی زمین کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اور اُس میں کتنے ہی اچھے بیج ہوشیاری اور کتنی ہی اچھی طرح سے کیوں نہ بوئے گئے ہوں۔

یوں تو کھیتی کو بادلوں سے پانی ملتا ہے اور برسات کے پانی سے زمین خود بخود تر ہوتی رہتی

ہے۔ لیکن اکثر ایسے موقع آجاتے ہیں کہ جب کھیتوں کو پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اُس وقت پانی نہیں برستا۔ ایسے موقعوں پر کسانوں کو یہ ضرورت پڑتی ہے کہ وہ کھیتوں کے سینچنے کا کوئی دوسرا بندوبست کریں۔ جب برسات کے دنوں میں پانی بالکل ہی نہیں برستا تب تو قحط پڑجاتا ہے اور لوگوں کو اناج کی کمی کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

برسات میں جو پانی برستا ہے اُس کا بہت سا حصّہ بے کار بہ جاتا ہے۔ اگر اِسی پانی کو اکٹھا کرکے رکھ چھوڑا جائے تو ایسے وقت میں جب کھیتی کو پانی کی ضرورت ہو اُس پانی سے سینچائی کیجاسکتی ہے۔ یہ بات بہت پُرانے ہی وقتوں سے لوگوں نے سوچی تھی اور برسات کے پانی کو سینچائی کے لئے کئی طریقوں سے اکٹھّا کیا کرتے تھے۔ کہیں تو بڑے بڑے تالاب کھود کر لوگ برسات کے پانی کو اکٹھّا کرتے تھے اور کہیں باولیوں اور کنوؤں میں بھی اِسے اکٹھّا کیا کرتے تھے۔ لوگ اب

بھی اِن طریقوں سے کام کیا کرتے ہیں اور گڑھے۔ تالاب۔ پوکھرے وغیرہ کھود کر برسات کے پانی کو اکٹّھا کر رکھتے ہیں۔ ضرورت پر اسی پانی سے کھیتوں کی سینچائی کرتے ہیں۔

لوگوں نے ان طریقوں کے ساتھ ہی ساتھ ندیوں اور جھیلوں سے پانی کے کاٹ لانے کا طریقہ بھی سوچ لیا تھا۔ اِسی طریقہ کو آگے بڑھاکر نہروں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے جس سے کھیتی کو بہت فائدہ ہونے لگا ہے۔ تالابوں، باولیوں اور کنوؤں کا کھدوانا ہندو اور مسلمانوں دونوں قوموں میں اچّھا سمجھا گیا ہے اور دونوں مذہب والوں نے اپنے اپنے وقتوں میں تالاب، کنویں اور باؤلی وغیرہ بنوائے تھے۔ پرانے زمانے میں بھی نہر نکالنے کی ترکیب جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں، لوگوں کو معلوم تھی اور اُس وقت کئی ایک نہریں نکالی جا چکی تھیں لیکن اُن نہروں کا اب پتہ نہیں ہے۔ ہاں مسلمان بادشاہوں کی کھدوائی ہوئی کچھ نہریں اب تک موجود ہیں جن کو سرکار نے مرمّت کرا کے

اب بہت اچھی حالت میں کردیا ہے۔ دلّی کے بادشاہ فیروز تغلق کی کھُدوائی ہوئی تین چار نہریں اور شاہجہاں کی کھُدوائی ہوئی ایک نہر۔ پنجاب اور سندھ کے راجہ یا امیروں کی بنوائی ہوئی کچھ نہریں موجود ہیں۔

انگریزوں نے آکر نہر نکالنے کے طریقے کو بڑی ترقی دی ہے۔ پہلے تو اُنھوں نے پُرانی نہروں کو صاف کراکے کام کے لائق کردیا اور پھر اُن کو اور آگے بڑھادیا۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے پھر بڑی بڑی ندیوں اور بڑے بڑے دریاؤں سے بڑی بڑی کئی نہریں کاٹ کر نکلوائیں۔ اُن سے اور اُن کی شاخوں سے اب ملک کی بہت سی زمین سینچی جاتی ہے۔

سرکار نے نہروں کا اب ایک علیحدہ ہی محکمہ قایم کردیا ہے جو نہروں کی صفائی کراتا ہے اور اُن کی مرمّت کراتا ہے اور پانی کا انتظام کرتا ہے۔ ضرورت کو دیکھتے ہوئے نئی نہروں یا نئی شاخوں کے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا

سینچائی اور نہروں سے نسبت رکھنے والے اور دوسرے
کام کرتا ہے۔ اس محکمہ نے ہندوستان کے قریب
قریب سب صوبوں میں اچّھا کام کیا ہے اور بہت
سی نہریں اور اُس کی شاخیں تیار کردی ہیں۔
جس سے وہاں کے کاشتکاروں کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔
پنجاب میں تو نہروں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔
وہاں کی نہریں بڑی لمبی چوڑی اور اچھی ہیں۔ یہاں
تک کہ وہ دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اُن کے بعد
ہمارے صوبے کی نہریں ہیں جن میں سے گنگا کی
اوپری اور نچلی نہر، آگرہ کی نہر، جمنا کی پوربی نہر،
بیتوا اور رام گنگا کی نہر، خاص ہیں۔ اِن نہروں
کی کئی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں اور سب سے
پچیس لاکھ ایکڑ سے بھی زیادہ زمین کی سینچائی ہوتی
ہے۔

نہریں خاص طور پر دو طرح کی ہوتی ہیں۔
ایک تو وہ نہریں ہیں جو ندیوں سے نکل کر بارہ
مہینے چلا کرتی ہیں۔ اُنھیں بارہ ماسی نہر کہتے ہیں۔
دوسری وہ نہریں ہیں جن میں دریاؤں کی باڑھ کا

پانی لایا جاتا ہے۔ اُنھیں بڑھواری یا باڑھ کی نہریں کہتے ہیں۔

بارہ ماسی نہروں میں ضرورت کے مطابق پانی کو گھٹا بڑھا سکتے ہیں اور اُن میں جتنا چاہیں اُتنا پانی لا سکتے ہیں کیونکہ اُن میں اُس کے لئے پھاٹک یا پردے لگے رہتے ہیں جن کے کھولنے یا بند کرنے سے پانی گھٹ یا بڑھ سکتا ہے۔ لیکن باڑھ کی نہروں میں ایسا نہیں ہوتا۔ اُن میں ہر وقت پانی نہیں چلتا اور اُس کا پانی گھٹایا بڑھایا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ جب اُن کا یہ پانی جو دریاؤں کے باڑھ آنے پر باڑھ کے کم کرنے کے لئے لے کر اکٹھا کرلیا جاتا ہے وہ نکل جاتا ہے تب نہریں خالی ہوجاتی ہیں اور سوکھی پڑی رہتی ہیں۔ یہ نہریں عام طور سے کھلی پڑی رہتی ہیں۔ اِن نہروں سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دریاؤں کی باڑھ جو لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے کم ہوجاتی ہے کیونکہ باڑھ کے پانی کا بہت حصّہ اِن کا نہروں میں چلا جاتا ہے۔

سرکار نے اِن نہروں سے سینچائی کے پانی پر ایک طرح کا لگان لگا دیا ہے۔ اِسے آب پاشی کی مالگذاری کہتے ہیں۔ اِس مالگذاری سے جو روپیہ اکٹھا ہوتا ہے، وہ نہروں اور اُس کے محکموں میں کام کرنے والوں کے خرچ میں لگایا جاتا ہے۔ یہ محکمہ ضرورتوں کو دیکھ کر جہاں نہریں نہیں نکالی جا سکتی ہیں۔ بڑے بڑے تالاب کھدواتا ہے یا ایسی جگہوں میں جو نیچی ہوتی ہیں اور جہاں برساتی پانی اکٹھا ہوجاتا ہے، اُس کی حفاظت رکھنے کے لئے باندھ بندھواتا ہے۔

باڑھ سے دریا کے پانی کا راستہ اکثر بدل جایا کرتا تھا جس سے کہیں کے کھیت دریا میں پڑجاتے تھے اور کہیں دریا کے ہٹ جانے سے نئی زمین نکل آتی تھی۔ نہروں کے کھلنے سے چونکہ دریا کی باڑھ کم ہوجاتی ہے۔ لہذا اُن کا راستہ بھی نہیں بدلتا اور زمین کے ڈوبنے اور نئی نکل آنے کی خرابی بھی نہیں ہوتی۔

نہروں سے جہاں اوپر لکھے ہوئے فائدے ہوئے ہیں وہاں کچھ نقصان بھی ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا نقصان جو نہروں کی سینچائی سے کھیتوں کو ہوا ہے وہ

یہ ہے کہ نہروں کے پانی سے ریت کھیتوں میں جم جاتی ہے جس سے اُن کی زمین خراب ہوجاتی ہے اور کھیتوں کی پیداوار میں بھی کمی آگئی ہے۔ نہروں سے اُن جگہوں میں جن سے ہوکر وہ بہتی ہیں نمی یا سیل بڑھ گئی ہے اور اس سیل کے بڑھنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اِن جگہوں میں اب فصلی بخار زیادہ ہوتا ہے لیکن اِن نقصانات کے دور کرنے کی اب ترکیبیں نکالی جارہی ہیں۔

مشق

۱۔ نہروں سے کیا فائدہ ہے؟
۲۔ نہریں کے طرح کی ہوتی ہیں۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟
۳۔ نہر کا محکمہ کیا کام کرتا ہے؟

سبق (۵)

شاہجہاں

دلچسپی سپرد افسوس انتظام

مغل بادشاہوں میں شاہجہاں ایک ایسا بادشاہ

ہوا ہے جس کی یاد کرانے کے لیئے ہندوستان میں آج تک بڑی بڑی خوبصورت عمارتیں موجود ہیں۔ ان عمارتوں میں ایک عمارت جس کو تاج محل یا تاج بی بی کا روضہ کہتے ہیں اور جو آگرہ میں جمنا کے کنارے بڑی شان و شوکت سے بنائی ہوئی ہے، وہ ایسی ہے کہ دنیا میں اُس کے برابر کوئی دوسری عمارت نہیں ہے۔ شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی آگرہ کی موتی مسجد

دلّی کا قلعہ اور جامع مسجد بھی اپنی خوبصورتی کے لئے

مشہور ہیں۔ جب تک یہ عمارتیں موجود رہیں گی تب تک شاہجہاں کا نام بھی دنیا میں رہے گا۔

شاہجہاں اکبر کا پوتا تھا اور جہانگیر کا لڑکا تھا۔ شاہجہاں کو عمارتوں کے بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ سلطنت سے جو آمدنی اُسے ہوتی تھی اُس کا بہت بڑا حصّہ وہ اِسی کام میں خرچ کرتا تھا۔ اُس نے جتنی بھی عمارتیں بنوائیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جس سے ملک کا کچھ فائدہ ہو سکے۔ اگر وہ کوئی ایسی عمارت بنواتا جو رعایا کے کام میں بھی آسکتی تو سچ مچ شاہجہاں کی دونی تعریف ہوتی۔ اُس کی ناموری اس بات میں ضرور ہے کہ اُس کی بنوائی ہوئی عمارتیں اپنی خوبصورتی اور کاریگری میں یکتا ہیں۔

شاہجہاں اپنے باپ جہانگیر کی طرح شراب کے نشہ میں چور نہ پڑا رہتا تھا بلکہ اپنی سلطنت کا کام بڑی دلچسپی سے دیکھتا تھا۔ اُس کا مزاج سیدھا سادا اور عام طور سے اچھا تھا۔ اِسی لئے اُس کی سلطنت کا انتظام آسانی کے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔ اُس نے کوئی خاص بات اپنی سلطنت میں ایسی

نہیں کی جس سے رعایا کو زیادہ نقصان پہنچتا۔ جہانگیر کی طرح اُس نے اپنے راج دربار کی دیکھ بھال اپنی ملکہ کے سپرد نہ کردی تھی۔ یہ بھی بات تھی کہ نورجہاں کی طرح ممتاز بیگم عقلمند اور ہوشیار نہ تھی۔

شاہجہاں نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ اُس نے اپنے باپ سے بغاوت کی اور سلطنت کے واسطے اُس سے لڑنے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اِس کو اُس کا نتیجہ بھی خوب ملا۔ جس وقت وہ بڈھا ہونے لگا اُس وقت اُس کے لڑکوں میں سلطنت کے لئے لڑائی شروع ہوگئی۔ اُس کے چھوٹے لڑکے اورنگ زیب نے اپنے سب بھائیوں کو شکست دے کر اپنے باپ شاہجہاں کو قید کرلیا۔ قید ہوجانے پر شاہجہاں نے بڑی تکلیف کے ساتھ اپنی زندگی گذاری۔

شاہجہاں کو پڑھنے پڑھانے کا بڑا شوق تھا۔ جب وہ قیدخانہ میں تھا تب بھی وہ اچھی کتابیں پڑھتا تھا۔ اُس نے اورنگ زیب سے یہ چاہا تھا کہ وہ اُسے لڑکوں کو قرآن شریف پڑھانے کی اجازت

دیدے لیکن اورنگ زیب نے اُسے یہ اجازت نہ دی۔ شاہجہاں یہ بھی چاہتا تھا کہ جمنا کے دوسرے کنارے پر اپنے لئے بھی وہ ایک ایسا ہی روضہ بنوائے جیسا اُس نے ملکہ ممتاز محل کے لئے بنوایا تھا۔ وہ اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا اور افسوس کے ساتھ مرگیا۔

شاہجہاں کے مرجانے پر دربار کے کچھ لوگوں نے شاہجہاں کے اس ارادے کو پورا کرنے کے لئے کہا، لیکن اورنگ زیب نے یہ بات ٹال دی کہ میرے ماں باپ چکوا چکوی نہیں ہیں کہ ایک ندی کے اس طرف اور دوسرا اُس طرف رہے۔ جس طرح وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ ایک ساتھ رہے، اُسی طرح مرنے پر بھی اُن کو ایک ہی ساتھ رہنا چاہیئے اور اُس نے کیا بھی یہی۔ اُس نے شاہجہاں کی قبر ممتاز محل کے پاس اُسی روضہ میں بنوادی اور اِس طرح ایک بڑی رقم کی بچت کرلی۔

مشق

۱۔ شاہجہاں کس لئے مشہور ہے؟

۲۔شاہجہاں نے کون کون اور کہاں کہاں عمارتیں بنوائیں؟
۳۔شاہجہاں کی سب سے اچھی عمارت کونسی ہے؟
۴۔شاہجہاں نے اپنی آخری زندگی کیونکر بسر کی؟
۵۔شاہجہاں کوکن کن باتوں کا شوق تھا؟
۶۔ جملے بناؤ اور معنی لکھو:۔
شان وشوکت سے۔ دونی تعریف ہوتی۔ کاریگری میں یکتا ہے۔

سبق (۶)

گاؤں کی صفائی اور تندرستی

گندہ۔ معمولی۔ منع۔ صلاح۔ کوشش۔ اثر

پہلے سبق میں ہم تم کو یہ بتلا چکے ہیں کہ گاؤں کی صفائی اور تندرستی کے لئے سرکار نے محکمہ صفائی کھولا ہے جو بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ اس سبق میں ہم تم کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ محکمہ گاؤں کی صفائی کے لئے کیا کرتا ہے اور وہاں چیچک۔ ہیضہ وغیرہ کے روکنے کے واسطے کیا کام کرتا ہے۔

گاؤں کی صفائی کو اِس محکمے نے پانچ حصّوں

میں بانٹ دیا ہے اور اِن پانچوں کی خوب دیکھ بھال کرنا شروع کردی ہے۔ پہلا کام اِس محکمہ کا پینے کے پانی کو صاف رکھنے کا ہے کیونکہ اگر پینے کا پانی صاف نہ ہوگا اور گندہ ہوگا تو اُس میں بیماری پیدا کرنیوالے چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا ہوجائیں گے۔ جنھیں لوگ آنکھوں سے معمولی طرح سے دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ یہ کیڑے پانی کے ساتھ پیٹ میں پہنچ کر ہیضہ وغیرہ پیدا کردیں گے۔ اِسی لئے اس محکمہ نے پانی کی صفائی کا خاص طور پر خیال کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُس نے پانی کو گندہ یا میلا نہ بنانے کے لئے بھی کئی باتیں کی ہیں۔

صفائی کے انسپکٹر گاؤں میں جاکر لوگوں کو پینے کے پانی کو صاف رکھنے کے لئے ہدایت کرتے ہیں اور اُنھیں منع کرتے ہیں کہ وہ لوگ کنویں کے اندر گندے برتن میلے کچیلے کپڑے اور پانی کو خراب کرنے والی دوسری چیزیں کبھی نہ چھوڑیں۔ کنویں کے اوپر کبھی نہ نہائیں اور نہ نہانے دیں۔ کنویں کے پاس میلے کچیلے کپڑے بھی نہ دھوویں۔ یعنی کوئی بھی

ایسا کام کنویں کے اوپر نہ کریں جس سے کنویں کا پانی جو پینے کے کام میں آتا ہے میلا اور خراب ہوکر بیماری پیدا کرے۔ کنویں کے پاس لوگ پیڑ بھی نہ لگاویں اور اگر کہیں لگے ہوئے ہیں تو اُنھیں کاٹ ڈالیں کیونکہ پت جھڑ کے موسم میں پیڑوں کی پتّیاں گرتی ہیں اور اُڑ کر کنوئیں میں چلی جاتی ہیں اور وہاں سڑ کر پانی کو خراب کرتی ہیں۔ کنوئیں کو اوپر سے ڈھانکنے کی بھی یہ لوگ صلاح دیتے ہیں اور سچ مُچ کنویں کو اوپر سے ڈھکنے میں بہت فائدے ہیں۔ ہوا سے بھی اُڑ کر ڈھکے ہوئے کنویں کے اندر پتّیاں وغیرہ کم جاسکتی ہیں اور کنویں کا پانی صاف رہتا ہے۔ نمونے کے لئے یہ محکمہ گاؤں میں ایسے دو ایک کنویں بنوا دیتا ہے۔ وہ اوپر ٹین سے ڈھکے رہتے ہیں اور اُن کے مُنھ کے چاروں طرف ایک گز اونچی دیوار بنوا دی جاتی ہے۔ اس دیوار کی وجہ سے کنویں کے اندر کسی طرح کا باہری میلا پانی یا دوسری چیزیں نہیں جانے پاتیں۔

صفائی کے انسپکٹر لوگوں کو گاؤں کے باہر پائخانہ

وغیرہ کے لئے صلاح دیتے ہیں کیونکہ بستی کے قریب
اس کی وجہ سے بھی گندگی پھیلتی ہے۔ جن تالابوں
میں لوگ نہاتے ہیں اور جن کا پانی وہ جانوروں کو
پلاتے ہیں، اُن تالابوں کی صفائی کے لئے بھی یہ لوگ
ضروری صلاح دیتے ہیں اور منع کرتے ہیں کہ لوگ
اِن کے پانی کو پینے کے کام میں نہ لاویں۔ اِن کے
پاس کسی طرح کی گندگی یا کوڑا کرکٹ وغیرہ نہ اکٹھا
کریں تاکہ ان کا پانی صاف رہے اور جانوروں یا آدمیوں
میں کوئی بیماری نہ پیدا ہو۔

اکثر لوگ مکان وغیرہ بنوانے کے لئے بستی کے
اندر ہی گڑھے کھود کر مٹّی نکال لیا کرتے ہیں۔ اِن
گڑھوں میں برساتی پانی جمع ہوتا ہے۔ انھیں گڑھوں
میں اپنے اپنے گھروں کا کوڑا وغیرہ پھینکتے ہیں جو
سڑ کر اُس پانی کو خراب کر دیتا ہے اور اِسی سے
گاؤں کی ہوا بھی خراب ہو جاتی ہے۔ صفائی کے
انسپکٹر گاؤں کے لوگوں کو ایسے گڑھوں کو گاؤں میں
رکھنے کے لئے منع کرتے ہیں اور اُن کا منع کرنا
بالکل صحیح ہے۔ گاؤں والوں کو اس بات کا پورا

خیال رکھنا چاہیئے۔

گاؤں میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بستی کے پاس ہی اپنے گھروں کا کوڑا اکٹھا کرکے گھور کے بڑے بڑے ڈھیر لگا دیتے ہیں اور پھر برسات کے شروع میں اس سے کھاد کا کام لیتے ہیں۔ یہ بھی گاؤں کی صفائی اور تندرستی کے لئے بُرا ہے۔ کوڑے یا کھاد کے ڈھیروں کو بستی سے بہت دور رکھنا چاہیئے۔ انسپکٹر بھی یہی رائے دیتے ہیں اور یہی مناسب ہے۔ گھور کے ایسے ڈھیروں سے گاؤں کی آب و ہوا خراب ہوتی ہے۔

ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ محکمہ صفائی کی طرف سے گاؤں کے مکھیا یا مدرسوں میں سے کسی کے پاس ایک دوا جو کالی کالی چاولوں کی سی ہوتی ہے رکھ دی جاتی ہے اور اُس سے کہدیا جاتا ہے کہ جب کنویں کا پانی خراب ہوجائے اور اُس میں کیڑے پڑیں تب تھوڑی سی یہ دوا لے کر کنویں میں ڈال دیں اور لوگوں سے کہدیں کہ چوبیس گھنٹے تک اُس کا پانی نہ پئیں۔ اِس محکمے نے اپنی اس کوشش میں گاؤں کی

صفائی اور تندرستی کی ترقی میں بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہے۔ اس محکمے کی نصیحتوں کا اثر گاؤں والوں پر اچھا پڑ رہا ہے اور اب گاؤں بہت کچھ صاف رہنے لگے ہیں۔ اگر ہمارے طالب علم اِن باتوں کو پڑھ کر اِن میں لکھی ہوئی باتوں کا خیال رکھیں اور اپنے اپنے گاؤں میں اِن کو پھیلا دیں تو اِن کو اور اِن کے گاؤں والوں کو بہت فائدہ ہو۔ صفائی اور تندرستی دونوں زندگی کے لئے بہت ضروری ہیں۔

مشق

۱۔ گاؤں کی صفائی کے لئے کن خاص باتوں پر خیال رکھنا چاہیئے؟

۲۔ کنوئیں کیسے ہونے چاہیئے اور اُس کا صاف رکھنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ دیہاتی لوگ کون سی ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے گاؤں کی آب و ہوا خراب ہوجاتی ہے؟

۴۔ معنی بتلاؤ اور جملے بناؤ:۔
سچ مچ۔ دیکھ بھال۔ کوڑا کرکٹ۔ میلے کچیلے۔

سبق۔ (۷)

اخبار

رواج   مُہذّب   دھوم   تعداد   ذمّہ دار

آج کل اخبار پڑھنے کا کافی رواج ہے۔ شہروں میں تو اخبار پڑھنے والے بہت ہیں۔ دیہاتوں میں بھی اب لوگ پڑھنے لگے ہیں۔ دن پر دن اخبار پڑھنے والوں اور اخباروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ جو ملک جتنا ہی زیادہ پڑھا لکھا اور مہذّب ہے اُس میں اُتنے ہی زیادہ اخباروں کا رواج ہے۔ دنیا کے غیر ملکوں میں اُن کی بڑی دھوم ہے۔ وہاں ہر ایک طرح کے آدمی عورتیں اور بچے اخبار پڑھا کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی اب اخباروں کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔

یہ تو ٹھیک نہیں کہا جا سکتا کہ سب سے پہلا اخبار کون تھا اور کہاں سے نکلا تھا۔ لیکن یہ سُنا جاتا ہے کہ روم اور چین میں اب سے بہت زمانہ پہلے سرکاری اخبار جن میں سرکاری خبریں رہا کرتی تھیں نکلا کرتے تھے۔ ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں اور

افسروں کی جو خبریں ہوتی تھیں پہلے اخبار کہلاتے
تھے۔ یہاں پہلے کاغذ کی بڑی کمی تھی اور چھپائی کا
کام بھی نہ ہوتا تھا۔ اِسی لئے اِن خبروں کو مختصر کر کے
کاغذ پر لکھ لیتے تھے۔ خاص خاص لوگ خاص خاص
جگہوں میں اُنھیں پڑھ کر سُنا دیتے تھے۔

جیسے اخبار اب نکلتے ہیں اُن کا نکلنا سولھویں
صدی سے یورپ میں شروع ہوا تھا۔ اور جرمنی اور
بلجیم میں اُن کا سب سے پہلے چلن ہوا۔ ہندوستان کا
سب سے پہلا اخبار جو کلکتے سے جنوری ۱۷۸۰ء میں
نکلا تھا، بنگال گزٹ تھا۔ ۱۸۳۵ء سے لے کر ۱۸۵۸ء
تک میں دلّی، آگرہ، گوالیار اور لاہور سے اخبار نکلنے
لگے۔ پھر دھیرے دھیرے اُن کی ترقی ہو چلی۔

آج کل ہمارے مُلک میں قریب چودہ سو اخبار
نکلتے ہیں۔ مہینے اور آدھے مہینے میں نکلنے والے
اخباروں کی تعداد قریب تین ہزار کے ہے لیکن یہ تعداد
یہاں کے لئے بہت ہی کم ہے۔ ولایت میں جو صرف
ہمارے صوبے ہی کے برابر ہے، قریب قریب چوبیس سو
اخبار نکلتے ہیں اور اِن میں سے ہر ایک کے پڑھنے والوں

کی تعداد پندرہ یا بیس ہزار سے کم نہیں ہے۔

اخباروں سے ہمیں کئی فائدے ہیں۔ اپنے ملک کی اور غیر ملکوں کی خبریں اخباروں ہی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر اخبار نہ ہوں تو ہمیں یہ خبریں نہ مل سکیں اور ہم ایک طریقے سے اندھیرے ہی میں پڑے رہیں۔

کہیں بھی کبھی کوئی نئی بات اگر ہوئی تو ہمیں وہ اخباروں سے معلوم ہو جاتی ہے جس سے ہماری واقفیت بڑھتی ہے۔ لوگ کہتے بھی ہیں ؎

بیٹھ کر سیر ملک کی کرنا یہ تماشا کتاب میں دیکھا

لیکن اگر سچ کہا جائے تو کتابوں سے زیادہ واقفیت ہمیں اخباروں سے ہوتی ہے کیونکہ کتابوں میں ہمیں روز روز کی نئی باتیں پڑھنے کو نہیں ملتی ہیں اور اخباروں میں ہمیں دنیا کی سب ہی نئی اور تازہ باتیں ہر روز پڑھنے کو ملتی ہیں۔

اخباروں میں نہ صرف نئی خبریں ہی رہتی ہیں بلکہ اور بھی بہت سی کام کی باتیں رہتی ہیں۔ تجارت، کھیتی باڑی، نئی نئی ایجادیں، قاعدے، قانون، کاریگری،

صنعت و حرفت وغیرہ کی نئی نئی باتیں اخباروں سے معلوم ہوا کرتی ہیں جس سے ہمارا تجربہ بڑھتا ہے۔ ساتھ ہی اِن میں بڑے بڑے عالموں کی اچھی اچھی تحریریں رہتی ہیں جن سے ہماری لیاقت بڑھتی ہے۔ سرکاری خبریں بھی ہم اخباروں سے ہی جان سکتے ہیں اور اُن کے بارے میں سوچ سمجھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں آج قریب قریب سب ہی زبانوں جیسے ہندی۔ اُردو۔ بنگالی۔ مرہٹی میں اخبار نکلتے ہیں۔ کچھ اخبار تو ہر روز نکلتے ہیں۔ اِنھیں روزانہ اخبار کہتے ہیں۔ اِن اخباروں سے ہمیں روز تازہ خبریں ملتی ہیں۔ اور اِن کا دام زیادہ رہتا ہے۔ جو اخبار ہفتے میں ایک بار نکلتے ہیں اُنھیں ہفتہ وار کہتے ہیں۔ اُن میں روزانہ اخباروں سے چنی ہوئی خبریں دی جاتی ہیں اور اُن کا دام بھی کم رہتا ہے۔ اُن کے علاوہ کچھ اخبار مہینے میں ایک بار۔ دو بار اور تین مہینے میں ایک بار بھی نکلتے ہیں۔

جب سے چھاپے کی کل چلی ہے تب سے اخبار بھی بڑھنے لگے ہیں اور جیسے ہی جیسے کاغذ اور

چھاپے خانے کی ترقی ہوئی ویسے ہی اُن کی بھی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ کسی بات کو دور دور ہزاروں آدمیوں تک پہنچانے کے لئے اخبار ایک اچھا ذریعہ ہے۔ اُن سے راجا اور پرجا دونوں کا کام چلتا ہے اور دونوں کا اُن سے فائدہ ہوتا ہے۔

اِن اخباروں میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ کسی ایک ہی آدمی کا لکھا ہوا نہیں رہتا بلکہ اُسے کئی آدمی لکھتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سارے اخبار کی دیکھ بھال ایک ہی خاص آدمی کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ اُسی کے حکم سے اخبار میں سب باتیں چھپتی ہیں اور وہی اُن کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اُس آدمی کو ایڈیٹر کہتے ہیں اور جو لوگ اخبار میں کام کرتے ہیں، نائب ایڈیٹر کہلاتے ہیں۔

مشق

۱۔ اخبار سے کیا فائدے ہیں؟

۲۔ اخبار کون نکالتا ہے؟

۳۔ اخبار سے ہمیں کون کون سی باتیں معلوم ہوتی ہیں؟

۴۔ اخبار کی دیکھ بھال کرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟

۵۔اخبار کتنے طرح کے ہوتے ہیں؟

سبق (۸)

کلکتہ

گنتی ہونے لگی۔ دفتر۔ مقامی خوبی۔ سینما۔ بندرگاہ

کلکتہ ہندوستان کے تجارتی شہروں میں سے ایک خاص شہر ہے۔ کسی زمانے میں یہاں صرف تین چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد تھے لیکن کچھ ہی دنوں میں اِس نے اِتنی ترقی کی کہ دنیا کے خاص خاص شہروں میں اِس کی گنتی ہونے لگی۔ ۱۸۷۳ء میں یہ شہر سب سے پہلے انگریزی راج کا پایہ تخت بنایا گیا۔ انگریزی راج کی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کل ہندوستان کا پایہ تخت ہوگیا۔ تب تو یہاں پر بھی دفتر ہائی کورٹ، یونیورسٹی وغیرہ بنائے گئے اور یہ شہر ہندوستان میں اوّل درجہ کا شہر ہوگیا۔ ۱۹۱۲ء سے یہاں صرف بنگال کے گورنر کا ہی پایہ تخت رہ گیا ہے۔

کلکتہ کی ترقی کی خاص وجہ اُس کی مقامی خوبی ہے۔ یہاں پر کئی ایک دریا ہونے کی وجہ سے تجارت میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ سمندر کے کنارے پر ہونے سے یہ ایک مشہور بندرگاہ بھی ہے۔ یہاں غیر ملکوں سے تجارت کا سامان بڑے
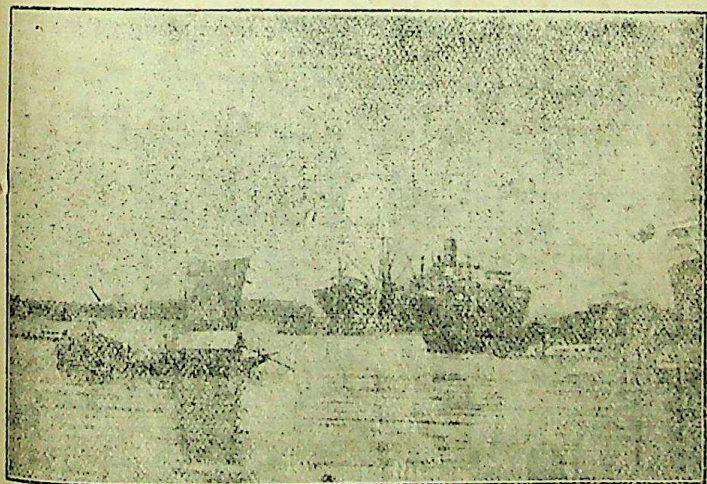
بڑے جہازوں پر آتا جاتا ہے۔ کلکتہ شمالی ہندوستان کے خاص خاص مقاموں سے ریلوں اور سڑکوں سے ملا ہوا ہے۔ اس لئے اس مقام پر سب جگہوں سے سامان بڑی آسانی سے آجا سکتا ہے۔

اس شہر میں لوہا، کاغذ، رسّی، شکر اور سَن وغیرہ کے بہت سے کارخانے ہیں۔ اس کے پاس ہی رانی گنج میں ایک مشہور کوئلے کی کان ہے۔ اِس سے یہاں کی تجارت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ سَن کاتنے اور بورے بنانے کا کام یہاں خوب ہوتا ہے۔ ہر سال لاکھوں مَن سَن یہاں کاتا جاتا ہے اور اُس کے بورے بناکر قریب دنیا کے سب ہی ملکوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ سَن بنگال میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

کلکتے کا خاص ریلوے اسٹیشن ہاوڑہ میں ہے۔ در اصل یہ کلکتے سے ہٹ کر دریائے ہُگلی کے داہنے کنارے پر ایک الگ شہر ہے۔ اِس کی بھی آبادی اور اِس کا بھی کاروبار خوب ترقی پر ہے۔ بمبئی کے وکٹوریہ ٹرمنس نامی اسٹیشن کو چھوڑ کر ہندوستان میں ہاوڑہ سے بڑا اسٹیشن اور دوسرا نہیں ہے۔ اس اسٹیشن میں دس پلیٹ فارم ہیں اور دن رات نہ جانے کتنی سواری اور مال گاڑیاں یہاں آیا جایا کرتی ہیں۔ ہزاروں مسافروں کی آمدورفت کی وجہ سے یہاں

چوبیسوں گھنٹے چہل پہل سی مچی رہتی ہے۔
ہاوڑے اور کلکتے کے بیچ میں ہُگلی کا ایک مضبوط پُل ہے۔ بڑے جہازوں کے آنے پر اُس کا ایک حصّہ دریائے ہُگلی کے ایک کنارے کی طرف ہٹ جاتا ہے اور جہاز آسانی سے نکل جاتے ہیں۔ عموماً صبح کے پانچ یا چھ بجے یہ جہاز آتے ہیں۔ اُس وقت پُل سے آدمی یا سواریوں کا آنا جانا بند ہو جاتا ہے۔ سب لوگ ناؤ کے ذریعہ سے دریا کو پار کرتے ہیں۔
اِس شہر میں اِتنا زیادہ کاروبار ہوتا ہے کہ سویرے سے رات کے گیارہ بارہ بجے تک سڑکوں اور دُکانوں پر آدمیوں کی بڑی بھاری بھیڑ لگی رہتی ہے۔ تماشوں اور سینیموں کی وجہ سے دو تین بجے تک سڑکوں پر آدمی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک آدمی اپنی دُھن میں لگا رہتا ہے۔ سویرا ہوتے ہی سڑکوں پر گاڑیوں، موٹروں، ٹرام کاروں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ مشینوں اور پُتلی گھروں کی وجہ سے رات دن شہر میں شور سا مچا رہتا ہے۔ کبھی کبھی اِس شور

سے دل گھبرا اُٹھتا ہے لیکن یہاں کے رہنے والے
اِس کے عادی ہو گئے ہیں۔ اِس سے اُن کو کچھ بھی
گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ غرض کلکتہ میں گھڑی کی طرح
رات و دن کام لگا رہتا ہے۔

وکٹوریہ میموریل۔ عجائب گھر۔ ہائی کورٹ۔ شاہی
کتب خانہ۔ چڑیا خانہ۔ کمپنی باغ اور راجہ راجیندر ملک
کا محل وغیرہ کلکتہ میں دیکھنے کے لائق جگہ ہیں۔
یہاں کالی دیوی کا ایک بہت بڑا مشہور مندر
ہے جہاں ہزاروں لوگ جمع ہوتے ہیں۔

عجائب گھر یہاں کا دیکھنے کے لائق ہے۔ اِس
میں بڑی بڑی عجیب چیزیں ہیں۔ کلکتہ میں ایک
بڑی یونیورسٹی ہے جو ۱۸۵۷ء میں قائم ہوئی تھی۔
اس کے علاوہ یہاں ایک پریسیڈنسی کالج ہے۔
عیسائیوں کے تین کالج اور چار دوسرے کالج ہیں۔
کالجوں کے علاوہ یہاں کثرت سے ہائی اسکول اور
لڑکیوں کے بھی اسکول ہیں۔ یہاں کا میڈیکل کالج
ہندوستان میں سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اِس
میں بیماروں کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ اِن سب

کی عمارتیں بہت اچھی ہیں۔ کلکتہ کا حال عجیب ہے دیکھنے سے اِس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے شہروں کی طرح یہاں بھی مینوسپلٹی ہے۔ جسے کارپوریشن کہتے ہیں۔ یہ محکمہ شہر کی صفائی کا خیال بہت اچھی طرح رکھتا ہے۔ یہاں کی سڑکیں بہت چوڑی اور اچھی حالت میں ہیں۔ گرد نام کو بھی نہیں اُڑتی۔

یہاں بنگالیوں کی بہت بڑی آبادی ہے۔ بنگالی لوگ اکثر تعلیم میں اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

مشق

۱۔ کلکتہ کے اِتنی جلدی بڑھ جانے کی وجہ کیا ہے؟

۲۔ کلکتہ میں دیکھنے کے لائق جگہوں کے نام بتاؤ۔

۳۔ کلکتہ کے آباد کرنے کا فخر کسے ہونا چاہیے؟

سبق (۹)

پٹّہ

حکم نامہ۔ میعاد۔ نمونے کے طور پر۔ مذکور۔ شرطیں

لڑکو! تم لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں پٹّہ
کا نام تو ضرور ہی سُنا ہوگا کیونکہ تم لوگوں کے یہاں
کھیتی بھی ہوتی ہے اور کھیتی کے لئے پٹّہ کا ہونا بہت
ضروری ہے۔ جب تک کوئی آدمی زمیندار سے کھیت
کے لئے پٹّہ نہیں لکھا لیتا تب تک وہ کھیتی کرنے
کے لئے کھیت نہیں پا سکتا ہے۔

پٹّہ اصل میں اُس آدمی کے لئے ایک طرح کی
سند ہے جو زمیندار سے کھیتی کرنے کے لئے کھیت لیتا
ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ زمیندار گاؤں کی تمام
زمین کا مالک ہوتا ہے۔ بلا اُس کے حکم کے کوئی بھی
آدمی کسی کھیت کو نہ تو جوت سکتا ہے اور نہ اُس
میں بیج بو سکتا ہے۔ اِسی لئے کاشتکار کو زمیندار سے
پہلے اُس کھیت کے لئے جس میں وہ کھیتی کرنا چاہتا

ہے، لکھا ہوا حکم لے لینا پڑتا ہے۔ اِسی لکھے ہوئے حکم نامہ کو پٹّہ کہتے ہیں۔ پٹّہ میں کھیت کا یا کھیتوں کے نمبروں کا رقبہ اُن کا محصول جسے لگان کہتے ہیں اور جتنے دن کے لئے کاشتکار اُنھیں چاہتا ہے جسے میعاد یا مدّت کہتے ہیں، لکھی رہتی ہے۔

اس طرح سے پٹّہ کے لکھا لینے پر پٹّے میں لکھا ہوا کھیت لکھے ہوئے وقت تک کے لئے کسان یا کاشتکار کا ہوجاتا ہے اور اُسے اُس کھیت کے جوتنے اور بونے کا پورا اختیار اُس مدّت تک کے لئے ہوجاتا ہے۔ ہاں کسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اِس کھیت کا اِتنا لگان جتنا پٹّہ میں لکھا ہوا ہے، ٹھیک وقت پر زمیندار کو دیتا رہے۔ اگر وہ ایسا کرتا رہے گا تو زمیندار اُس سے اُس مدّت کے اندر اُس کھیت کو چھین نہ سکے گا۔ ہاں اگر کسان یا اسامی کھیت کا لگان نہیں دیتا تو زمیندار اُس سے اپنا کھیت چھین سکتا ہے اور اُس کھیت سے کسان کے دخل یا اختیار کو ہٹا سکتا ہے۔ اِسی کو بے دخلی کہتے ہیں۔ اسامی کو بے دخل کرنے کے لئے زمیندار کو تحصیلدار صاحب کا

حکم لینا ہوتا ہے کیونکہ بلا تحصیلدار صاحب کے حکم کے گاؤں کا پٹواری اپنے کاغذات سے اسامی کا نام اُس نمبر کے کھیت سے ہٹا نہیں سکتا ہے اور جب تک پٹواری اُس نمبر کے کھیت سے اسامی کا نام نہ کاٹے گا تب تک صرف زمیندار کے کہنے سے اُس کاشتکار کا دخل اُس نمبر کے کھیت سے نہ ہٹ سکے گا۔

اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ پٹہ کیا چیز ہے۔ اِسے کون کس سے لکھواتا ہے؟ اس میں کون کون سی باتیں لکھی جاتی ہیں اور کیوں لکھایا جاتا ہے۔ اب ہم تمھیں یہ بھی نمونے کے طور پر بتلا دینا چاہتے ہیں کہ پٹہ کیسے لکھا جاتا ہے۔ تم اس نمونے کی پٹہ کی نقل جو یہاں لکھا ہوا ہے اپنے پاس رکھ سکتے ہو کیونکہ یہ تمھیں کام دے گا۔

منکہ ٹھاکر ہنومان سنگھ ولد ٹھاکر بدھاتا سنگھ زمیندار موضع کماسن تحصیل بیرو ضلع باندہ کا ہوں۔ جوکہ نیچے لکھے ہوئے کھیت جن کا رقبہ ۳۲ بیگھہ ہے اور جو گاؤں کے دکھن نالے کی طرف ہیں مبلغ ایک سو ساٹھ روپیہ سالانہ لگان پر جوتنے بونے یا کھیتی کے کام

کے لئے سنہ ۱۹۳۰ع سے سنہ ۱۹۳۴ع تک یعنی پانچ سال کے لئے بنام دوارکا کاچھی ولد کلّو کاچھی کاشتکار موضع مذکور کو نیچے لکھی ہوئی شرطوں پر دیتا ہوں۔ کھیت نمبر ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱۔

شرطیں

۱۔ اسامی لگان کھیتوں کا دونوں فصلوں پر آدھا آدھا کرکے بغیر کسی بہانے کے دیتا رہے۔

۲۔ اگر ٹھیک وقت پر لگان نہ ادا کرے گا تو اُسے روپیہ سیکڑا ماہوار جب تک نہ ادا کرے گا، تب تک کا سود دینا ہوگا۔ اگر وہ کچھ بھی لگان نہ دے گا تو بیدخل کردیا جائے گا۔

۳۔ اس پٹّے میں لکھی ہوئی مدّت کے بعد اُسے کھیت ہر حالت میں چھوڑ دینا پڑے گا۔

۴۔ کھیت اُسے کھیتی کے لئے دئے جاتے ہیں۔ اُن میں اُسے مکان، مندر، کنواں، تالاب وغیرہ کے بنانے کا اختیار نہیں ہے۔

۵۔ اُن کھیتوں میں جو پیڑ وغیرہ ہیں اُن پر اُس کا کوئی حق نہ ہوگا۔

۹۔ اگر اسامی اِن شرطوں کے مطابق کام نہ کرے گا تو وہ بے دخل کردیا جائے گا۔ چاہے اُس کی مُدّت پوری ہو یا نہ ہو۔

دستخط
ٹھاکر ہنومان سنگھ زمیندار
موضع کماسن تحصیل بیرو
ضلع باندہ

مشق

۱۔ پٹّہ کیوں لکھا جاتا ہے؟
۲۔ پٹّہ میں کون کون سی باتیں کس کے ذریعہ سے لکھی جاتی ہیں؟
۳۔ پٹّہ کیسے لکھا جاتا ہے؟

سبق (۱۰)

قبولیت

مطابق۔ راضی۔ منظور۔ اطمینان۔ ثابت کرنا

لڑکو! تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے تمھیں پچھلے ہفتہ میں پٹّہ کا حال بتلایا تھا اور تمھیں اُس کی سب ضروری باتیں سمجھا دی تھیں۔ اب میں تمھیں

قبولیت کے بارے میں بھی کچھ حال بتلانا چاہتا ہوں کیونکہ کسان کے لئے جس طرح پٹّہ ضروری ہے اسی طرح زمیندار کے لئے قبولیت بھی ضروری ہے۔

یہ قبولیت زمیندار اُس اسامی سے لکھواتا ہے جسے وہ پٹّہ لکھ کر اپنی زمین کاشتکاری کے لئے دیتا ہے۔ قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ کسان زمیندار کے پٹّہ میں لکھی ہوئی باتوں کو قبول کرتا یا مانتا ہے اور اُس کے مطابق پٹّہ میں لکھے ہوئے کھیتوں کو کھیتی کے لئے لینے پر راضی ہے۔ تم یہ تو جانتے ہی ہو کہ قبول کرنے کے معنی مان لینا ہے۔ اِسی لئے اُس کاغذ کو جس میں اسامی پٹّہ کے مطابق کھیتوں کا لینا منظور کرتا ہے اور اپنی قبولیت یا منظوری لکھتا ہے وہی قبولیت کہلاتی ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پٹّہ کا ایک طرح سے جواب ہے۔ اِسی قبولیت سے زمیندار کو یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ اسامی اُس کے کھیتوں کو لینے پر راضی ہے اور اُس کے پٹّہ کی شرطوں کو منظور کرتا ہے۔ اگر زمیندار اسامی سے قبولیت نہ لکھوائے تو وہ یہ نہیں ثابت کرسکتا

کہ کسان اُس کے پٹہ کو منظور کرتا ہے۔

قبولیت میں قریب قریب وہی سب باتیں رہتی ہیں جنھیں ہم پٹہ میں بتلا چکے ہیں۔ ہاں اس میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ یہ اسامی یا کاشتکار کی طرف سے لکھی جاتی ہے اور اس ڈھنگ سے لکھی جاتی ہے کہ اُس سے کسان کی منظوری یا رضامندی معلوم ہوتی ہے۔

اب میں تمھیں قبولیت کا ایک نمونہ دکھلاتا ہوں اُسے دیکھ کر تمھیں اس کی سب باتیں معلوم ہوجائیں گی اور تم اُسے سمجھ لوگے۔

(نمونہ قبولیت)

منکہ دوارکا ولد کلّو قوم کاچھی ساکن موضع کماسن پرگنہ کماسن ضلع باندہ کا ہوں۔ جوکہ میں ٹھاکر ہنومان سنگھ ولد ٹھاکر بدھاتا سنگھ زمیندار موضع مذکور سے ۳ بیگہ زمین جس کے کھیتوں کے نمبر مندرجہ ذیل ہیں مبلغ ایک سوساٹھ روپیہ سالانہ لگان پر کھیتی کرنے کے لئے ۱۹۳۰ء لغایت ۱۹۳۴ء تک یعنی پانچ سال کے لئے نیچے لکھی ہوئی شرطوں پر لیتا ہوں۔ شرائط ۱۰۰ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱

۱۔ کھیتوں کا لگان دونوں فصلوں پر آدھا آدھا کرکے بغیر کسی بہانہ کے تیار رہوں گا۔

۲۔ اگر میں وقت پر لگان نہ ادا کرسکوں گا تو جب تک لگان ادا نہ ہوگا تب تک ایک روپیہ سیکڑا ماہوار کے حساب سے بیاج دیتا رہوں گا۔

اور اگر میں کچھ بھی لگان ادا نہ کرسکوں تو زمیندار کو مجھے بیدخل کرنے کا اختیار ہوگا۔

۳۔ میں پٹّہ میں لکھی ہوئی مدّت کے بعد کھیت چھوڑدونگا۔

۴۔ میں کھیت صرف کھیتی کے لئے لیتا ہوں اُن میں کوئی مندر، مکان، کنواں وغیرہ نہ بنواؤں گا اور کھیتوں کے موجودہ پیڑوں پر میرا کوئی حق نہ ہوگا۔

۵۔ اگر میں اِن شرطوں کے مطابق کام نہ کروں تو زمیندار مجھے مدّت کے پہلے بھی بیدخل کرسکتا ہے۔

دستخط

دوارکا کاچھی موضع کماسن ضلع باندہ

مشق

۱۔ قبولیت کیا ہے۔ اُسے کون لکھتا ہے؟

۲۔ قبولیت کیوں لکھی جاتی ہے؟

۳۔ اس میں کون کون سی باتیں لکھی جاتی ہیں؟

سبق (۱۱)

ملکہ وکٹوریہ

وارث ۔ مقرر ۔ تخت نشینی ۔ واقفیت ۔ دھوم دھام

ملکہ وکٹوریہ چوتھے ولیم کی بھتیجی تھیں۔ ۱۸۱۹ء میں یہ انگلینڈ میں پیدا ہوئی تھیں۔ اِن کی عمر سال بھر کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اِن کے باپ کا انتقال

ہوگیا۔ اِن کے چار بھائی تھے۔ کون جانتا تھا کہ چار

چار وارثوں کے موجود رہتے ہوئے بھی ایک چھوٹی سی لڑکی کو انگلستان میں حکومت کرنا ہوگا۔ ایک ایک کرکے اِن کے چاروں بھائی چل بسے اور تخت پر بیٹھنے کے لئے وکٹوریہ کے سوا اور کوئی نہ رہ گیا۔ اِس سے آخر میں تاج وکٹوریہ کے ہی سر پر رکھا گیا۔ گوکہ وہ چھوٹی ہی تھیں۔ جب وکٹوریہ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی بھی نہ رہ گیا تب اِس کا بوجھ اُن کی ماں ہی کے اوپر پڑا۔ اُنھوں نے وکٹوریہ کے پڑھانے لکھانے میں بڑی توجہ کی اور کافی روپیہ خرچ کیا۔ جب وکٹوریہ کچھ بڑی ہوئیں تب اُن کو پڑھانے کے لئے اُن کی ماں نے ایک بڑے لائق پادری کو مقرر کیا۔ لیکن اُن کو اصلی تعلیم دینے والی اُن کی ماں ہی تھیں۔

وکٹوریہ نے خوب محنت سے دل لگاکر علم اور ہنر سیکھا۔ ابھی اُن کا بارہواں سال تھا کہ اُنھوں نے اچھی طرح سے انگریزی پڑھ لی اور کئی زبانوں میں بھی اچھی واقفیت حاصل کرلی۔ ۱۸۳۷ء میں جب چوتھے ولیم کا انتقال ہوگیا تب وکٹوریہ کی تخت نشینی کا

اشتہار دیا گیا اور بڑی دھوم دھام سے تاجپوشی ہوئی۔ تمام ملکوں کے بڑے بڑے آدمیوں کو اس جلسے میں شریک ہونے کے لئے بُلایا گیا۔ جس وقت ملکہ وکٹوریہ گدّی پر بیٹھیں تو شاہی کاموں کے کرنے سے بہت گھبراتی تھیں۔ وہ سوچتی تھیں کہ کہیں کوئی کام بگڑ نہ جائے اور کسی کے ساتھ ظلم نہ ہوجائے۔ اس لئے تنہائی میں بیٹھ کر روز خدا سے بھی دعا مانگا کرتی تھیں کہ یا خدا مجھے ایسی طاقت دے کہ میں اپنے کاموں کو اچھی طرح کرسکوں۔ ملکہ وکٹوریہ نہایت نیک عادت تھیں۔ وہ سب سے بڑی میٹھی زبان سے بات چیت کیا کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے جتنے بھی افسر اور نوکر تھے اُنھیں اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں اُن کی شادی جرمنی کے بادشاہ البرٹ کے ساتھ ہوئی۔ بادشاہ اور ملکہ دونوں بڑی محبت سے رہتے تھے۔ دونوں غریبوں کا ہمیشہ بڑا خیال رکھتے اور وقت پڑنے پر ہر طرح سے اُن کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ ملکہ وکٹوریہ کے پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے ہوئے۔ اُن کے پڑھانے لکھانے میں ملکہ نے بہت توجہ کی۔

اور اُن کے لئے بڑے بڑے لائق اُستاد رکھے۔
لیکن اُن کو مذہبی تعلیم اُنھوں نے خود ہی دی۔ ملکہ نے اپنے بچّوں کے دلوں میں اس بات کے بٹھانے کی پوری کوشش کی کہ خدا ہی سب سے بڑا اور حافظ ہے۔ دنیا کے جتنے چھوٹے یا بڑے آدمی ہیں سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اِس لئے سب میں برابر محبت کا ہونا ضروری ہے۔ کسی کو بھی تکلیف دینا اچھا نہیں۔ اُن کے بیٹوں میں سب سے بڑے شاہزادہ ایڈورڈ ہفتم تھے جو اُن کے بعد تخت نشین ہوئے۔
١٨٦١ء میں اُن کی ماں مرگئیں اور اِسی سال اُن کے شوہر بھی انتقال کر گئے۔ اس وجہ سے ملکہ وکٹوریہ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا۔ پھر بھی اُنھوں نے بڑے صبر سے کام لیا۔ اور بڑی ہوشیاری سے حکومت کرتی رہیں۔
اُن کو اپنے ہندوستان کی رعایا سے بڑی محبت تھی۔ اُنھوں نے اپنے ایک شاہزادے کو ١٨٦٩ء میں اور دوسرے کو جو ولیعہد تھے ١٨٧٦ء میں اپنی

پیاری رعایا کے حالات جاننے کے لئے ہندوستان میں بھیجا تھا۔ یہاں ۱۸۷۷ء میں آکر اُنھوں نے قیصر ہند کا خطاب لیا اور دہلی میں ایک دربار کیا جس میں ملک کے تمام راجہ مہاراجہ اور نواب شریک تھے۔

وکٹوریہ کی تخت نشینی کے پچاسویں سال میں اور ساٹھویں سال میں دو "جوبلیاں" بڑی دھوم دھام سے منائی گئیں۔ ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ اِس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ اور اپنی نیکی اور ہمدردی کی یاد رعایا کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئیں۔

ملکہ وکٹوریہ نے بڑی خوبی اور ایمانداری سے راج کیا۔ اِسی لئے آج تک اُن کو سب لوگ بڑی عزّت اور محبّت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

وہ انگریزوں اور ہندوستانیوں دونوں کو برابر ہی سمجھتی تھیں اور ہندوستانیوں کو بھی بہت بڑے بڑے عہدے اور اختیار دئے۔

اِنھیں اوصاف کی وجہ سے ہندوستان کے بہت سے شہروں میں ملکہ وکٹوریہ کی پتّھر کی مورتیں اُن کی یادگار کے لئے بنی ہوئی ہیں۔

مشق

۱۔ ملکہ وکٹوریہ کون تھیں ؟
۲۔ اُن کی سلطنت کا حال بیان کرو۔
۳۔ اُن کا نام اِتنا کیوں مشہور ہے ؟
۴۔ اُن کا حال اپنی زبان میں لکھو۔
۵۔ ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کرو۔
دنیا سے کوچ کرگئیں۔ چل بسے ۔ دل پر چوٹ پہنچی ۔ کرنے کے لائق کام۔

سبق (۱۲)

دیہاتی بینک (۱)

سفارش۔ منافع۔ پنچایتی۔ ضمانت۔ قرق۔ جوکھم۔ حیثیت

دیہات میں کسانوں کو اکثر روپئے کی ضرورت پڑا کرتی ہے اور اُن کو گاؤں کے دولتمند مہاجنوں سے قرض لینا پڑتا ہے۔ مہاجن لوگ اُنھیں روپیہ قرض دیتے ہیں اور اُس روپئے پر ایک پیسہ یا دو پیسہ فی روپیہ یا ایک آنہ تک ماہواری بیاج لیا کرتے

ہیں اور اس طرح سے آپ تو خوب فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن کسان بیچارے مہاجنوں سے روپیہ قرض لے کر بہت نقصان اُٹھاتے ہیں۔ اُن کو سود دینے ہی میں ایک بڑی رقم دے دینی پڑتی ہے اور اصل روپیہ تو پڑا ہی رہتا ہے۔

اگر کسان لوگ گاؤں میں مل کر ایک پنچایتی بینک کھول لیں تو اُن کو ایسا نقصان اور ایسی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے۔ گاؤں کے کسان دونوں فصل میں کچھ روپیہ بچا کر ایک جگہ جمع کریں اور اُس روپئے کا حساب کتاب ایک پنچایت کے سپرد کر دیں۔ جب اُن آدمیوں میں سے کسی کو قرض لینے کی ضرورت پڑے تب وہ کم بیاج پر روپیہ لے اور جب کسی ایسے آدمی کو جس کا روپیہ اُس پنچایتی بینک میں جمع نہیں ہے، قرض لینے کی ضرورت ہو تب اُسے کچھ زیادہ سود پر روپیہ دیا جائے لیکن سود ہر حالت میں مہاجنوں سے کم ہی لیا جائے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا جائے کہ بینک اُنھیں آدمیوں کو روپیہ دے جن سے اُس کے واپس ملنے کی پوری

اُمید ہو جن کی سفارش بینک کے روپیہ جمع کرنے والے
یا پنچ لوگ کریں۔ اِس طرح کے پنچایتی بینک میں
جب زیادہ روپیہ ہو جائے تب اُس روپئے سے
گاؤں میں تجارت یا کاشتکاری کا کام کیا جائے۔ اور
دوسرے ایسے کاموں میں روپیہ لگایا جائے جس سے
بینک کو منافع ہو سکے۔ ایسا کرنے سے بینک کو جو
منافع ہو وہ بینک کے حصّہ داروں ہیں اُن کے
حصّوں کے حساب سے ہر سال تقسیم کر دیا جائے۔

ہماری سرکار نے اِس طرح کے پنچایتی بینکوں کا
سلسلہ جاری کیا ہے۔ اِن بینکوں کو کوآپریٹیو بینک
کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہوتے ہیں۔ میل کی مجلس
یا میل کا خزانہ۔ یہ "کوآپریٹیو بینک" کسانوں کو صرف
روپیہ ہی اُدھار نہیں دیتے بلکہ کھیتی کے لئے اچھے
بیج اور دوسرے سامان کا بھی انتظام کر دیا کرتے
ہیں۔ اِن بینکوں میں کسان لوگ اپنی خواہش کے
موافق جب چاہیں تب روپیہ جمع کر سکتے ہیں۔ اِنھیں
اِسی روپیہ پر بیاج دیا جاتا ہے اور اِنھیں ضرورت
پر روپیہ بھی اُدھار مِل سکتا ہے جیسے تھوڑے سود کے

ساتھ دھیرے دھیرے ادا کر سکتے ہیں۔

'کوآپریٹیو بینکوں' میں کسی کسان کی ضمانت پر روپیہ کسانوں کو دے دیا جاتا ہے اور اگر اُدھار لینے والا نہ دے سکا تو ضمانت کرنے والے کو وہ روپیہ دینا پڑتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ بینک کا روپیہ کبھی ڈوبنے نہیں پاتا۔ ابھی اس طرح کے بینک بہت تھوڑے کھلے ہیں اور ضرورت یہ ہے کہ اس طرح کے بینک ابھی اور کھولے جائیں۔ ہمارے کسانوں کو اس طرف خیال کرنا چاہیئے کیونکہ اِس سے اُن کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو اِن کو ضرورت پر روپیہ مِل جاتا ہے دوسرے اِنھیں سود بھی کم دینا پڑتا ہے۔

پنچایتی بینکوں کو سرکار بھی کئی طرح سے مدد دیتی ہے۔ اِنھیں ضرورت پڑنے پر روپیہ بھی تھوڑے بیاج پر دے دیتی ہے۔ اِن کی آمدنی پر کسی قسم کا ٹیکس یا محصول نہیں لگاتی۔ اِن سے رجسٹری یا دوسرے قانونی کاغذوں پر محصول یا فیس بھی نہیں لیتی۔ میل کے بینکوں میں جو روپیہ یا حصّہ کسی آدمی کا ہے وہ کسی طرح سے ضبط یا قرق نہیں کیا جاتا۔ اگر ضرورت ہوتی

ہے اور کوئی مناسب وجہ دیکھی جاتی ہے تو سرکار میل کی مجلس کے جوکھم کا مال یا اُس کے ضروری کاغذات وغیرہ اپنے یہاں جمع کر لیتی ہے۔ سرکار میل کی مجلسوں کی جانچ پڑتال بھی کرتی رہتی ہے اور اُن کے کھولنے اور چلانے میں مدد دیتی ہے۔

ایسی مجلسوں کے ممبروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ موقع موقع پر اکٹھا ہوکر اُس کے کاموں کی دیکھ بھال کیا کریں یا اس کام کے لئے وہ آپس میں کچھ اچھے آدمیوں کی ایک پنچایت بنالیں اور انجمن کے حساب کتاب رکھنے کے لئے ایک اچھا خزانچی رکھیں جو لین دین جمع خرچ کا پورا پورا حساب بالکل ٹھیک اور صاف رکھے۔ انجمن کے روپیوں کو وہ لوگ اپنے گاؤں کے پاس والے کسی ڈاکخانے کے بینک میں رکھ سکتے ہیں اور وہاں سے ضرورت کے مطابق روپیوں پیسوں کے جمع کرنے اور نکالنے کا اختیار اپنے سرپنچ یا مکھیا یا اور کسی کو دے سکتے ہیں۔

سب سے ضروری بات جو ممبروں کو دیکھنی چاہیے، روپیہ اُدھار دینے کی ہے۔ اس بات کو اُن کو دو طرح

سے خیال کرنا چاہیئے۔ پہلے تو وہ یہ دیکھیں کہ اُدھار لینے والا کون ہے اور کیسا آدمی ہے۔ اِس سے روپیہ وصول ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ ممبر نہیں ہے تب اِن باتوں کو خوب غور کرلینا چاہیئے اور کسی ممبر کی سفارش پر اُسے روپیہ دینا چاہیئے۔ جہاں تک ہوسکے پہلے ممبروں ہی کو روپیہ اُدھار دیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو ممبر بڑھیں گے اور دوسرے اُن کے کاموں کی جانچ ٹھیک ہوسکے گی۔ اس کے بعد روپیہ دینے کے پہلے اِس بات پر بھی غور کرلینا اچھا ہے کہ روپیہ کس واسطے اُدھار لیا جارہا ہے۔ جہاں تک ہوسکے انجمن کو اچھے اور ضروری کاموں کے لئے روپیہ دینا چاہیئے۔

اُتنا ہی روپیہ انجمن اُدھار دے جتنا اُدھار لینے والا آسانی سے اپنی حیثیت کے مطابق ایک قسط یا دو قسط میں بیباق کردے۔ انجمن کے لئے یہ اچھا نہیں ہے کہ وہ اپنی زیادہ رقم کسی ایک ہی آدمی کو دے کر بہت دنوں کے لئے پھنسا رکھے اور اِس طرح اُس کا خانگی کاروبار سست پڑجائے یا اچھی طرح نہ

چل سکے۔ جہاں تک ہو سکے انجمن اپنا روپیہ قسط پر وصول کرلے اور جو آدمی انجمن کا روپیہ ٹھیک وقت پر نہ دے اُسے قرضہ نہ دیا جائے۔ اُدھار دیتے وقت انجمن اس بات پر بھی غور کرے کہ اُدھار لینے والے کا کام کتنی رقم سے آسانی کے ساتھ ٹھیک طرح سے چل سکتا ہے۔ اس پر غور کرکے اُسے ایسا کرنا چاہیئے کہ اُدھار لینے والے کو دوسری جگہ سے روپیہ اُدھار لینے کی ضرورت نہ پڑے۔

انجمن کو دوسرے بینکوں اور مہاجنوں سے روپیہ لینے میں آسانی پڑے گی اور سود بھی کم دینا پڑے گا۔ ایسا ہر ایک آدمی کے لئے نہیں ہو سکتا۔ پنچایتی انجمن کو چاہیئے کہ وہ جس طرح سے روپیہ اُدھار لے اُس سے کچھ ہی زیادہ شرح پر دوسرے آدمیوں کو روپیہ اُدھار دے۔ ایسا کرنے سے انجمن کو بھی فائدہ ہوگا اور دوسرے آدمیوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

مشق

۱۔ پنچائتی بینک سے کیا مطلب ہے؟

۲۔ اس سے کیا فائدے ہیں؟

۳- پنچایتی بینک کو سرکار کیا مدد دیتی ہے؟

۴- پنچایتی بینک کو کن باتوں پر زیادہ غور کرنا چاہیے؟

۵- معنی بتلاؤ اور جملے بناؤ:-

کاغذات - جانچ پرتال - دیکھ بھال - لین دین - حساب کتاب -

سبق (۱۳)

کالیداس

شہرت - عالم - اتفاقاً - میگھ دوت - عزت

کالیداس کا نام ہندوستان کے مشہور شاعروں میں سے ایک ہے - کوئی تو اِنھیں راجہ بھوج کے دربار کا اور کوئی بکرماجیت کے دربار کا چمکتا ہوا رتن کہتا ہے - کہا جاتا ہے کہ لڑکپن میں اُنھوں نے کچھ بھی پڑھا لکھا نہ تھا - بس یہ جنگل میں اِدھر اُدھر گھوما پھرا کرتے تھے - صرف ایک عورت کی وجہ سے اِنھیں علم کے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اور آخر میں اُنھوں نے اِتنا نام پیدا کیا کہ دنیا میں اُن کے مقابلے کا دوسرا شاعر اب تک نہیں ہوا -

راجہ شاردانند کے ایک لڑکی تھی جس کا نام ودیوتما
تھا۔ وہ بڑی خوبصورت اور پڑھی لکھی اور سب باتوں
میں ہوشیار تھی۔ جب وہ بڑی ہوئی تب اُس کے
باپ نے اُس کی شادی کی تجویز کی لیکن اُس نے
اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ جو آدمی مجھے بحث میں
ہرا دے گا اور جو سب باتوں میں ہوشیار ہوگا اُسی
کے ساتھ میں اپنی شادی کروں گی۔ اس راج کماری
کی خوبصورتی اور ہوشیاری کی شہرت سُن کر دور دور
کے ملکوں سے بڑے بڑے عالم آتے تھے لیکن بحث میں
اُس کو کوئی بھی نہ ہرا پاتے تھے۔ اور اِسی سے سب
لوٹ جاتے تھے۔ آخرکار جب پنڈتوں نے دیکھا کہ
راج کماری کسی طرح بھی ان کے قابو میں نہیں آتی
اور سب کو ہرا دیتی ہے تب ناراض ہوکر سب نے
یہ صلاح کی کہ کسی طریقے سے اُس کی شادی کسی ایک
جاہل کے ساتھ کرا دیں جس میں وہ زندگی بھر اپنے
غرور پر پچھتاتی رہے۔ ایسا سوچ کر وہ لوگ ایک جاہل
کی تلاش میں نکلے۔ جاتے جاتے اُنھوں نے دیکھا کہ ایک
آدمی ایک پیڑ کی جس ڈال پر بیٹھا ہے اُسی کو جڑ سے

کاٹ رہا ہے۔ عالموں نے دل میں سوچا کہ بھلا اِس
سے بھی زیادہ اور کون جاہل ہوگا کہ جس ڈال پر یہ
بیٹھا ہے اُسی کو جڑ سے کاٹ رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا
کہ ڈال کٹ جانے پر وہ اوپر سے نیچے گر پڑے گا۔
جو آدمی اِتنا بھی نہ سوچ سکتا ہو سچ مُچ وہ بڑا
جاہل ہے۔ اُسے جاہل سمجھ کر سب نے بڑے پیار سے
اُسے نیچے بلایا اور اُس سے کہا کہ چلو ہم راجہ کی لڑکی
سے تمھارا بیاہ کرا دیں لیکن دیکھو راجہ کی مجلس میں
مُنہ سے کچھ بھی نہ بولنا۔ جو بات تمھیں کہنی ہو اُسے
تم اشاروں ہی سے کہنا۔ وہ اُن کے ساتھ ہو لیا اور
جب راجہ کی مجلس میں پہنچا تب جتنے بھی پنڈت وہاں
بیٹھے تھے سب نے اُٹھ کر اُس کی تعظیم کی اور سب
سے اونچی جگہ اُسے بیٹھنے کو دے کر وِدیوتما سے یوں
کہنا شروع کیا کہ یہ بڑے زبردست عالم ہیں اور ہم
سبھوں کے اُستاد ہیں۔ آپ کے ساتھ شادی کرنے
کے لئے آئے ہیں لیکن اِنھوں نے اپنا ایک یہ قاعدہ
بنا لیا ہے کہ آپ آج کل خاموش رہتے ہیں۔ کسی سے
بات چیت نہیں کرتے۔ اِس لئے آپ جو کچھ بات چیت

اُن سے کرنا چاہتی ہوں وہ اشارے سے کیجئے۔ یہ بھی اشاروں سے اُس کا جواب آپ کو دیں گے۔ آخر میں راجہ کی لڑکی نے اس مطلب سے کہ خدا ایک ہے، اپنی ایک اُنگلی اُٹھائی۔ جاہل نے یہ سمجھ کر کہ اُس نے میری ایک آنکھ پھوڑنے کا اشارہ کیا ہے اپنی دو انگلیاں دکھلائیں۔ پنڈتوں نے اُن دو اُنگلیوں کا یہ مطلب نکالا کہ دنیا میں صرف خدا ہی نہیں ہے لیکن دوسری چیز قدرت بھی ہے۔ اِسی طرح اشاروں سے بہت دیر تک دونوں میں بحث ہوتی رہی۔ اخیر میں راجہ کی لڑکی کو ہارنا پڑا اور اُس کی شادی اُس جاہل سے اُسی وقت کردی۔

اتفاق سے ایک رات کو کہیں ایک اونٹ چلاّ رہا تھا۔ راجہ کی لڑکی نے پوچھا کہ یہ کون بولتا ہے؟ جاہل صاف تو بول ہی نہ سکتا تھا۔ کہہ اُٹھا اُٹّر چلاّتا ہے۔ جب راجہ کی لڑکی نے پھر پوچھا تب بھی اُٹّر کی جگہ اُشٹّ بولا اور ٹھیک لفظ اُشٹر نہ کہہ سکا۔ اب تو راجہ کی لڑکی کو پنڈتوں کی سب ترکیب معلوم ہوگئی اور وہ اپنی بھول پر پچھتا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس بات سے وہ جاہل بھی دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا اور وہاں سے ناراض ہوکر چلا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وِدّیوتما نے اُس کو بہت کچھ بُرا بھلا بھی کہا تھا اور اپنے محل سے نکلوا دیا تھا۔ اِسی وجہ سے وہ اِس ملک کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اُس نے جاکر بڑی عبادت کی اور اپنی کوشش سے سرسوتی دیوی کو خوش کرلیا۔ سرسوتی دیوی نے اس سے کہا کہ میں خوش ہوکر تمھیں یہ دعا دیتی ہوں کہ تم ایک بڑے شاعر ہو۔ اب یہ جاہل خوب پڑھ لکھ کر بہت جلد بڑا شاعر ہوگیا۔ یہ سب ہوچکنے پر اُس نے اِسی ملک میں آکر راج دربار میں سب پنڈتوں کو اپنے علم سے ہرا دیا۔ تب وِدّیوتما نے اُس کی بڑی عزت کی اور بڑی محبت سے اُسے اپنے راج محل میں لے گئی۔ تب سے اُس کا نام شاعر کالیداس مشہور ہوا۔

کالیداس نے سنسکرت زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جس کی وجہ سے آج تک اُن کا نام دنیا میں مشہور ہے۔ اُن کی کتابوں میں سے رگھو بنس۔ میگھ دوت۔ کمار شنبھو۔ شکنتلا بہت مشہور ہیں۔

مشق

۱۔ کالیداس کا حال بیس سطروں میں لکھو۔
۲۔ کالیداس کی مشہور کتابوں کے نام بتاؤ۔
۳۔ جملوں میں استعمال کرو اور معنی بھی بتاؤ۔
بھلا بُرا کہنا ۔ قابو میں آنا ۔
۴۔ پنڈتوں نے راجہ کی لڑکی کو کیسے ہرایا۔
۵۔ راجہ کی لڑکی نے کالیداس کو کیوں نکال دیا؟

سبق (۱۴)

دیہاتی بینک (۲)

غلّہ ۔ انجمن ۔ منافع ۔ سبھا ۔ ناممکن ۔ آسانی

دیہاتی بینک جیسے پنچایتی انجمن بھی کہتے ہیں ۔
لین دین ہی نہ کرتی رہے بلکہ وہ اور ایسے
کام بھی کرے جس سے اُس کے ممبروں کو اور
آدمیوں کو فائدہ پہنچے۔ پنچایتی انجمن گاؤں کو بھی
فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اُس کے ذریعہ سے گاؤں
تجارت بڑھ سکتی ہے۔ گاؤں کی کھیتی باری کو

ہو سکتی ہے اور مزدوروں کو کام مل سکتا ہے۔
اپنی پونجی کے کچھ حصّے کو تو وہ لین دین کے لئے الگ رکھے اور کچھ حصّے کو تجارت میں لگا دے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھے کہ وہ ایسی تجارت میں روپیہ لگائے جس کا لگاؤ گاؤں اور گاؤں کے کاموں سے ہو جیسے جب گاؤں میں فصل تیار ہو تب وہ اناج کسانوں سے خرید لے اور اُس میں سے جو اناج اچّھا ہو اُسے وہ بیج کے لئے رکھ سکتی ہے اور دوسرے سال کسانوں کو دے سکتی ہے۔ اس سے کسانوں کو اچّھے بیج آسانی سے ملیں گے اور انجمن کو بھی کچھ نفع ہو گا۔ یوں تو کسان مہاجنوں سے بیج کا اناج لیا کرتے ہیں اور اُس کا سوایا فصل پر دیا کرتے ہیں لیکن اِس سے اُن کو نقصان ہوتا ہے۔ انجمن سوائے کے حساب سے کچھ کم پر کسانوں سے لین دین کرلے جس سے دونوں کو فائدہ ہو۔ بیج کے علاوہ جو غلّہ بچے، اُسے وہ منافع پر بیچ سکتی ہے۔ گاؤں میں گُڑ، شکر وغیرہ کے بنانے کو وہ کولھو اور کڑاہے وغیرہ رکھ سکتی ہے اور مناسب کرایہ پر دے سکتی ہے۔ گُڑ، شکر وغیرہ کی بھی

خرید و فروخت کرکے وہ فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ تجارت
کے لئے وہ ایک طرح سے منڈی بنا کر دیہات میں پیدا
ہونے والی چیزوں کی خرید و فروخت کر سکتی ہے۔
کسانوں کو بیل گاڑی۔ بیل۔ گائے۔ بھینس وغیرہ
کی بڑی ضرورت رہتی ہے۔ انجمن کے پاس اگر کافی
روپیہ ہو تو اُن سب کو بھی مول لے کر تھوڑے منافع
پر کسانوں کے ہاتھ بیچ سکتی ہے۔ ایسا کرنے سے وہ
خود بھی فائدہ اُٹھائے اور کسانوں کو بھی فائدہ پہنچا
سکتی ہے۔ اگر انجمن اس قسم کی تجارت کرے تو
تھوڑے ہی دنوں میں خود ترقی کرکے گاؤں کی بھی ترقی کر سکتی ہے
کسانوں سے علاقہ رکھنے والی نئی کلوں کو منگا کر انھیں کرا
پر چلانا اور اس طرح پر اپنے کو اور گاؤں کو فائدہ
پہنچانا سبھا کے لئے ناممکن نہیں ہے۔
جس جگہ پر ضرورت ہو وہاں پنچائتی انجمن پنچائتی
منافع کے کچھ حصے سے باندھ بندھوا سکتی ہے اور تالاب
یا کنوئیں بنوا سکتی ہے اور اسی طرح کے دوسرے کام
بھی کر سکتی ہے جن سے گاؤں کو فائدہ ہو سکتا ہے
اس طرح کی انجمن سے صرف کسانوں ہی کو

فائدہ نہ ہوگا بلکہ گاؤں کے مزدوروں اور چھوٹے آدمیوں کو بھی بڑا فائدہ ہوگا۔ اگر انجمن آٹا پیسنے کی چکّی یا اسی طرح کی اور دوسری کلیں منگواکر کام لے تو مزدوروں کو بڑی آسانی ہو۔ ڈائری فارمنگ کا کام بھی ایسی انجمنیں آسانی سے کرسکتی ہیں۔ اگر انجمن "ڈائری فارم" نہ بھی کھولے تو مکھن، گھی اور دوسری چیزیں اہیروں سے مول لے کر منافع کے ساتھ باہر بھیج سکتے ہیں۔ اس سے گاؤں کی تجارت بڑھے گی جس سے گاؤں کے آدمیوں کو فائدہ ہوگا۔

مشق

۱۔ پنچایتی انجمن کس طرح فائدہ اُٹھا سکتی ہے؟

۲۔ اس سے گاؤں کے لوگوں کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟

۳۔ لین دین کے علاوہ دیہاتی بینک اور کیا کرسکتے ہیں؟

۴۔ جملے بناؤ:۔

کھیتی باری۔ خرید و فروخت۔ ہاتھ بیچ کر۔ خرید لیں۔ ہوگا۔ دیا کرتے ہیں۔ رہتی ہے۔ پہنچا سکتی ہے۔

سبق (۱۵)

درخت لگانا

مطلب۔ مسافر۔ انتظام ۔ نقصان ۔ عام طور

بہت پُرانے زمانے سے ہمارے ملک میں یہ
رواج چلا آتا ہے کہ سڑکوں اور راستوں کے دونوں
طرف سایہ دار اور پھل دار درخت لگائے جاتے ہیں ۔ اِن کے لگانے
کا مطلب یہ ہے کہ سڑکوں اور راستوں پر جہاں مسافر
چلا کرتے ہیں، سایہ رہے اور اُن کو آرام پہنچے۔ شاہنشاہ
اشوک ۔ چندر گپت اور ہرش وغیرہ نے اس بات کا
اچّھا بندوبست کیا تھا اور ملک میں کئی سڑکیں بنواکر
اُن کے دونوں طرف اچّھے اچّھے پیڑ لگوائے تھے۔
ایسا ہی شیر شاہ اور شاہنشاہ اکبر نے بھی کیا تھا۔

ہماری سرکار نے بھی سڑکوں پر مسافروں کو آرام
پہنچانے کے لئے سڑکوں کے دونوں طرف اچھے اور
سایہ دار پیڑوں کے لگوانے کا انتظام کیا ہے۔ چاہے
سڑک پکّی ہو یا کچّی۔ ہر ایک سڑک پر پیڑ لگوائے

جاتے ہیں۔ اِس کے لئے سرکار کی طرف سے ہر ایک تحصیل میں ایک محکمہ الگ کھول دیا گیا ہے۔ یہ محکمہ پہلے ایک ذخیرہ تیار کرتا ہے جس میں سب طرح کے سڑکوں پر لگائے جانے والے پیڑ تیار کئے جاتے ہیں اور پھر یہی پودے لے کر سڑکوں کے کنارے پر لگادئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے یہ محکمہ کئی ایک مالی رکھتا ہے جو باغیچوں میں پہلے پودے تیار کرتے ہیں اور پھر اِن پودوں کو سڑکوں کے کنارے لگاتے ہیں۔

پودوں کی حفاظت کے لئے اُن کے چاروں طرف مٹّی یا اینٹ کے گھیرے بنائے جاتے ہیں تاکہ اِن کے اندر لگے ہوئے پودوں کو گائے، بیل، بھینس وغیرہ جو سڑکوں پر چلا کرتے ہیں نہ کھاسکیں۔ کہیں کہیں پودے جھاڑیوں یا کانٹوں سے گھیر دئے جاتے ہیں اور کہیں کہیں کانٹے دار تاروں کی جالی سے اُنھیں روندھ دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ تو جانور ہی اِن کے اندر جاپاتے ہیں اور نہ شیطان لڑکے ہی۔ جب یہ پیڑ بڑے ہوجاتے ہیں تب یہ جالیاں وغیرہ نکال لی جاتی ہیں اور پودے کھلے ہوئے چھوڑ دئے جاتے ہیں جس سے اِن کی

ڈالیں چاروں طرف پھیل سکیں اور اِن کے لئے کوئی
رُکاوٹ نہ رہ جائے۔

اگر کسی آدمی کے جانور اِن پودوں کو کھاتے
ہوئے پکڑے جاتے ہیں تو اُس آدمی پر جس کے جانور
اِن پودوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جرمانہ یا اُس کو
کچھ ہلکی سزا دی جاتی ہے۔ اِس لئے اِن پودوں کو
عام طور پر بہت کم نقصان پہنچنے پاتا ہے۔ اِن کے
چاروں طرف جو مٹّی یا اینٹوں کا گھیرا بنا دیا جاتا ہے
اُس سے آندھی اور دوسری آفتوں سے اِن کی بچت
ہوتی ہے۔ اِس محکمہ کو اِن سب کام کے لئے سرکار
کی طرف سے کُل خرچ دِیا جاتا ہے اور یہ خرچ سرکار
رعایا سے ٹیکس کے ذریعہ سے وصول کرتی ہے۔

یہ محکمہ تحصیل کی نگرانی میں رہتا ہے اور اِن
کا حساب کہیں تو محرّر مویشی خانہ رکھتا ہے اور کہیں
تحصیل کا ناظر۔ سڑکوں پر یہ محکمہ جو پھل دار پیڑ لگاتا
ہے اُن کے پھلوں کو کنجڑے یا دوسرے پھل
بیچنے والے دُکانداروں کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے۔ اِس
طرح سے بھی کچھ آمدنی اس محکمہ کو ہوجایا کرتی ہے

جب کوئی درخت کسی طرح سوکھ جاتا ہے یا زور کی آندھی سے گر جاتا ہے، تب یہ محکمہ اُسے نیلام کر دیتا ہے اور اس طرح بھی کچھ آمدنی کر لیتا ہے۔

عام طور سے مہوہ، جامن، املی، شیشم، نیم اور برگد وغیرہ کے اچھے پیڑ یہ محکمہ لگواتا ہے۔ یہاں پر یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ پہلے اِن پیڑوں کے پودے مالیوں کے ذریعہ سے گملوں یا باغیچے کی کیاریوں میں اُگائے جاتے ہیں اور جب کچھ بڑے ہو جاتے ہیں تب سڑک کے کناروں پر اِن کو تھالے کھود کر گاڑ دیتے ہیں اور اِن کے چاروں طرف پودوں کی حفاظت کے لئے لوہے کی جالیاں یا اینٹ یا مٹی کے گھیرے بنا دئے جاتے ہیں۔ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اِن پودوں کی پودھ لگائی جاتی ہے۔

نہر کے محکمہ نے بھی یہ کام شروع کیا ہے اور نہروں کے کنارے اِس نے اس طرح کے پھل دار اور سایہ دار درختوں کو لگوا دیا ہے جس سے نہر پر آنے جانے والے لوگ یا مسافر سائے میں آرام کے ساتھ سفر کر سکیں۔

مشق

۱۔ کتنے طرح سے پیڑ لگائے جاتے ہیں ؟
۲۔ کس طرح کے پیڑ محکمہ لگاتا ہے ؟
۳۔ یہ محکمہ کس کے ماتحت ہوتا ہے ؟

سبق (۱۶)

گائے

نسل بندوبست گئوشالہ مویشی عزہ دار

ہمارے ملک میں گائے کے پالنے کا رواج ا
پرانے وقت سے چلا آتا ہے جس کا ہم خیال بھی
کرسکتے۔ سچ مچ گائے ایک ایسا جانور ہے کہ ہر
آدمی اِسے آسانی سے رکھ سکتا ہے۔ اِس جانور
ہمیں کئی طرح کے فائدے ہوتے ہیں۔ یہ ہمیں کس
طرح نقصان نہیں پہنچاتا۔ تھوڑا سا دانہ چارہ کھا
گائے ہمیں ایسا دودھ دیتی ہے جو ہمیں طاقت
ہے اور تندرست بناتا ہے۔ گائے کے دودھ
دہی، مکھن، بالائی، ربڑی، پنیر، کھویا اور

طرح کی مٹھائیاں بنتی ہیں۔ مکّھن سے گھی بنایا جاتا ہے جو بہت طاقت پہنچاتا ہے۔ گائے سے بیل ہوتے ہیں جو ہمارے ہلوں اور چھکڑوں میں جوتے جاتے ہیں۔ مرنے پر بھی گائے ہمیں فائدہ پہنچاتی ہے۔
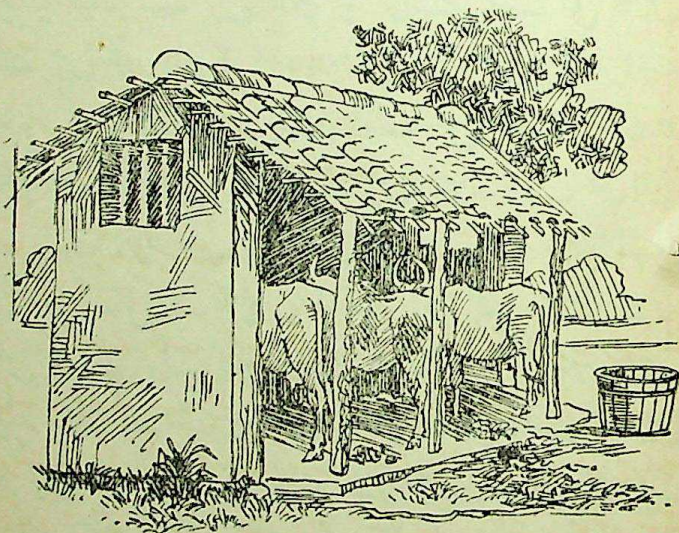
اِس کے چمڑے سے ہمارے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ ہندو لوگ گائے کی بڑی عزّت کرتے ہیں اور اُس کا پالنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

گائے بہت سیدھی سادی ہوتی ہے۔ اِسی لئے

اُس کے پالنے میں ہمیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی
ہمارے ملک میں قریب قریب سب ہی کسان اور بہت
شہری آدمی بھی گائے پالتے ہیں۔ ایک قوم تو ایسی
ہے جس کا پیشہ ہی گائے پالنا ہے۔ اس ذات کو
اہیر یا گوالہ کہتے ہیں۔ اہیر یا گوالے بہت سی گائیں
رکھتے ہیں اور اِن کا دودھ دہی اور مکّھن بیچ کر اپنے
گھر بار کو پالتے ہیں۔ کسان لوگ بھی اپنے یہاں
دو چار چار گائیں رکھا کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کو اِن
کے پالنے میں سب ہی طرح کی سہولت رہتی ہے
اور وہ آسانی سے گایوں کو کِھلا پلا بھی سکتے ہیں
لیکن کسان لوگ گایوں کے پالنے کو اپنا پیشہ نہیں
نہیں سمجھتے اور حقیقت میں یہ اُن کا پیشہ ہے بھی نہیں
گایوں کا پالنا جیسا ہم نے ابھی بتلایا ہے اہیروں
کا خاص پیشہ ہے۔ اور وہ اُن کا ایک اچھا پیشہ ہے
اِسی کام کو اب انگریزوں اور دوسرے غیر ملک والوں
نے کرنا شروع کردیا ہے اور اِس کام میں اِن لوگوں
نے کافی ترقی بھی کی ہے۔ یورپ کے آدمی بہت
سی گایوں کو پالتے ہیں اور اُن کے کھانے پینے کا

ویسا ہی اچّھا بندوبست کرتے ہیں جیسا اچّھا بندوبست
وہ اپنے لئے کرتے ہیں۔ اپنی گایوں کے لئے وہ بڑے
بڑے اور اچّھے اچّھے چراگاہ رکھتے ہیں۔جن میں اچّھی
گھاس چر کر گائیں خوب تندرست ہوجاتی ہیں اور خوب
اچّھا دودھ دیتی ہیں۔ گھر پر گایوں کے رکھنے کے لئے
بھی وہ لوگ دانہ اور چارہ کا اچّھا انتظام کرتے
ہیں۔ اُن دنوں کے لئے جب چراگاہوں میں گھاس
نہیں رہ جاتی تو وہ پہلے ہی سے کئی طرح کی گھاس
کا انتظام کر رکھتے ہیں۔ ہری گھاس کو کٹواکر کنوؤں کے
اندر رکھوا لیتے ہیں۔ یہ گھاس بڑی مزہ دار اور اچھی
ہوتی ہے۔ گائیں اِسے بہت پسند کرتی ہیں۔چراگاہوں
کی اِس گھاس کو جو بہت دنوں تک کھڑی کھڑی
دھوپ سے آپ ہی آپ سوکھ جاتی ہے کٹوا کر
لوگ الگ رکھوا لیتے ہیں۔چونکہ یہ پک کر آپ سے
آپ سوکھتی ہے اس لئے اِس کا مزہ اور ذائقہ
سُکھائی ہوئی ہری ہری گھاس سے الگ ہوتا ہے۔ اِسی
طرح سے یورپ کے لوگ اپنی اپنی گایوں کے لئے
کئی طرح کے چارے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اپنی

گایوں کو وہ نمک، کھلی اور ایسی ہی دوسری چیزیں بھی خوب کھلاتے ہیں جس سے گائیں تندرست ہوتی ہیں اور دودھ بھی اچھا اور بہت دیتی ہیں۔

یورپ میں گائے پالنے کے اس پیشہ کو 'ڈائری فارمنگ' کہتے ہیں۔ اب یہ پیشہ یہاں اِتنا بڑھ رہا ہے کہ قریب قریب ہر گاؤں یا قصبے میں کم سے کم دو ایک ڈائریاں ضرور ملتی ہیں۔ اِن ڈائریوں میں دودھ، مکھن اور پنیر وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور بیچا جاتا ہے۔ ڈائریاں کئی طرح سے دودھ بیچتی ہیں۔ اِن میں کچّا دودھ بھی بکتا ہے اور اُبالا یا پکایا ہوا بھی بکتا ہے۔ کچّے یا پکّے ہوئے دودھ سے وہاں مکھن تیار کیا جاتا ہے اور الگ الگ بیچا جاتا ہے۔ دودھ سے ملائی اور پنیر بھی تیار کر کے رکھی جاتی ہے۔ پنیر وہ چیز ہے جو دودھ کو پھاڑ کر بنائی جاتی ہے۔ اُسے ہم دودھ کا ست کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس سے دودھ کے پانی کو الگ کر دیتے ہیں اور دودھ کے ست کو نکال لیتے ہیں۔ پنیر سے کئی طرح کی مٹھائیاں بھی بنتی ہیں۔ ڈائریوں میں دودھ سے بنی ہوئی سب

چیزیں نہ صرف وہیں بکتی ہیں بلکہ ٹین کے ڈبّوں میں بھر بھر کر دوسرے ملکوں کو بھی بھیج بھیج کر بیچی جاتی ہیں۔

سرکار کی طرف سے نمونے کے طور پر ہمارے ملک میں بھی کئی جگہ ایسے 'ڈائری فارم' کھولے گئے ہیں۔ سب سے اچھّی بات جو اِن فارموں میں کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ دودھ اور اُس سے بنی ہوئی چیزیں سب اصلی رہتی ہیں اور ان میں کسی طرح کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ یہ ضرور ہے کہ اِن کے دام اہیروں کی نسبت سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں لیکن یہ کوئی بُرائی نہیں ہے۔ ہمارے یہاں کے اہیر دودھ میں اکثر پانی ملا دیا کرتے ہیں اور اِس بات کی کوشش نہیں کرتے کہ وہ بھی ڈائری فارموں کی طرح ایمانداری کے ساتھ اس پیشے کو کریں اور اس کام کو آگے بڑھائیں۔

ہمارے اہیر عام طور سے کچّا دودھ بیچتے ہیں پکّا دودھ اور اُس سے بنی ہوئی بالائی، ربڑی، دہی، اور مٹھائی وغیرہ حلوائی بیچا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ

گاؤں میں جہاں اچھے چراگاہ ہیں اہیروں کو ساتھ
لے کر ڈائری فارموں کی طرح دودھ اور مکھن وغیرہ
کے کارخانے کھول دیں اور ایمانداری کے ساتھ اس
کام کو کرنے لگیں تو بڑا فائدہ ہو۔ ہمارے یہاں جو کچھ
گھی کی مشہور منڈیاں ہیں وہ یہ بتلاتی ہیں کہ
پہلے شاید ہمارے یہاں بھی ڈائری فارمنگ کا کام
اچھی صورت میں ہوتا تھا۔

یورپ میں جب سے ڈائری فارمنگ کا کام چلا
ہے تب سے وہاں کے گایوں اور بیلوں کی نسلوں
میں بھی بہت ترقی ہوئی ہے۔ فارموں میں گائیں
خوب اچھی طرح پالی جاتی ہیں اور ان کی تندرستی
ہر طرح سے درست کی جاتی ہے۔ اس سے وہ اچھا
اور زیادہ دودھ تو دیتی ہی ہیں۔ اُن کی نسل بھی
اچھی ہوتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے ڈائری فارموں
میں گایوں کے لئے ڈاکٹر بھی رکھے جاتے ہیں جو
ہمیشہ گایوں کی دیکھ بھال کیا کرتے ہیں اور بیمار
ہونے پر اُن کا علاج کرتے ہیں۔

سرکار کی طرف سے ہمارے یہاں بھی قریب

قریب ہر ایک ضلع میں مویشیوں کے اسپتال کھولے گئے ہیں اور وہاں مویشیوں کے ڈاکٹر رکھے گئے ہیں۔ اِن اسپتالوں میں لوگ بیمار مویشیوں کا علاج کرواسکتے ہیں۔ ڈاکٹر مویشیان دیہاتوں میں بھی گھوما کرتے ہیں اور وہاں کے جانوروں کی دیکھ بھال کیا کرتے ہیں۔ پھر بھی بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ایک گاؤں میں کم سے کم ایک ڈائری کھولی جائے اور لوگوں کو یہ کام سکھلایا جائے۔

ہمارے ملک کی ترقّی بہت کچھ اِس کام سے ہوسکتی ہے۔ ہمیں اچھّی گایوں اور اچھّے بیلوں کی بہت ضرورت ہے کیونکہ ہمارا ملک کاشتکاری کا ملک ہے اور ہمارا خاص پیشہ کسانی ہے۔ کاشتکاری کا کام بہت کچھ اچھّے بیلوں پر منحصر ہے اور اچھے بیل اچھّی گایوں کے بغیر نہیں ہوسکتے۔ اگر ہم لوگ اپنے اپنے گاؤں میں کوشش کریں اور مِل جُل کر اچھّے گئوشالہ کھول دیں تو ہمارا اور ہمارے ملک کا بڑا فائدہ ہو۔

مشق

۱۔ ڈائری فارمنگ سے تم کیا سمجھتے ہو؟

۲۔ یورپ میں ڈائری فارمنگ کیسی ہوتی ہے؟
۳۔ ہمارے ملک میں ابھی اس کام میں کتنی کمی ہے؟
۴۔ ڈائری فارم سے کیا فائدہ ہے؟
۵۔ جملے بناؤ اور معنی سمجھاؤ:۔ خیال بھی نہیں کرسکتے۔
دانہ چارہ۔ پالنا پوسنا۔ آپ ہی آپ۔ مِل جُل کر۔

سبق (۱۷)

بہادر شیواجی

دلیری۔ مشق۔ تعینات۔ قائم۔ مراد۔ خاطرداری۔ گروہ

ہندوستان کی تاریخ میں مہاراج شیواجی کا نام بہت ہی مشہور ہے۔ اُس نے اپنی بہادری اور دلیری سے دلّی کے بادشاہ اورنگ زیب کو بھی تعجّب میں ڈال رکھا تھا۔ ایسے بہادر شیواجی کی پیدائش ۱۶۲۷ء میں مرہٹہ خاندان میں ہوئی تھی۔ یہ بچپن ہی سے بڑا بہادر، ہمتّی اور عقلمند تھا۔ اس کا جی لکھنے پڑھنے میں بالکل نہ لگتا تھا۔ رات دن کھیل کود اور گھوڑے کی سواری وغیرہ کے کاموں میں اس کی طبیعت لگی رہتی

تھی۔ اُس کی ماں جی جی بائی بڑی ہوشیار اور ہمّت والی تھی۔ اِس نے شیواجی کو گھر ہی پر کچھ پڑھنے لکھنے کی معمولی مشق کرادی تھی۔

شیواجی جب بڑا ہوا تب مرہٹوں کے ایک گروہ کی مدد سے اُس نے دکھن میں ایک چھوٹا سا راج قائم کرلیا اور پھر اپنی بہادری سے کچھ ہی زمانے میں آس پاس کا بہت سا ملک اپنے قبضے میں کرلیا۔ دکھنی ہندوستان میں اُس کی دن دونی ترقی اور بڑھتی ہوتے دیکھ کر بیجاپور کا بادشاہ بہت گھبرایا اور اُس نے شیواجی کو پسپا کرنے کے لئے اپنی فوج کے ایک افسر کو تعینات کیا۔ اُس افسر کا نام افضل خاں تھا۔ افضل خاں بڑا ہی ہوشیار آدمی تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر میں شیواجی سے منھ در منھ ہوکر لڑائی لڑوں گا تو اُس کو کبھی اپنے قابو میں نہ کرسکوں گا۔ کیونکہ شیواجی ایک بڑا بہادر اور طاقتور آدمی ہے۔ کچھ دنوں تک وہ مہاراجہ شیواجی کے پکڑنے کی تاک میں رہا اور ایسا موقع تلاش کرتا رہا کہ اُس سے اکیلے میں ملاقات ہوجائے تو

اُس کو قید کر کے بھجوا دے۔ جب اُن کی مرضی کسی طرح پوری نہ ہوئی تب اُنھوں نے شیواجی کے پاس ایک آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ میں آپ کی بہادری سے بہت خوش ہوں اور آپ سے مل کر صلح کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھ سے آکر ملیں گے تو میں آپ کا ایک بڑا دلی دوست بن جاؤں گا۔ اور بیجا پور کے بادشاہ سے بھی آپ کی صلح کرادوں گا۔ افضل خاں کے اس خط کو پڑھ کر شیواجی کو کچھ شک ہوگیا اور اُس نے سوچا کہ ہو نہ ہو اس میں کچھ بھید ضرور ہے۔

شیواجی نے اس آدمی کو خط کا یہ جواب دے دیا کہ اگر خاں صاحب میرے اوپر ایسے مہربان ہیں تو میں اُن سے ضرور ملاقات کرونگا۔

شیواجی، خاں صاحب کی چال کو تاڑ گیا اور اُس نے حفاظت کا پورا بندوبست بھی کرلیا۔ مگر خاں صاحب دھوکا دیتے ہوئے بھی دھوکے ہی میں رہے اور اُنھوں نے فوراً ملنے کی جگہ اور وقت مقرر کردیا۔ جہاں دونوں کا ملنا ٹھہرایا گیا وہاں پر ایک تنبو تانا گیا اور

اُس کے اندر بڑے عمدہ عمدہ قالین بچھائے گئے۔ افضل خاں بڑی شان سے تنبو کے اندر بیٹھا ہوا شیواجی کے آنے کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اِتنے میں شیواجی اکیلے ہی خاں صاحب کے تنبو کے اندر جا پہنچے اور خاں صاحب نے موقع پاکر شکار کو اپنے پنجے میں دیکھ کر اپنے دل میں یہ سمجھا کہ بس اب میری مراد پوری ہوگئی۔ افضل خاں بھاری ڈیل ڈول کا تھا اور اُس کی کمر پر ایک بڑھیا تلوار لٹک رہی تھی۔ شیواجی معمولی ڈیل ڈول کے تھے اور خالی ہاتھ تھے۔ اُن کے پاس کوئی بھی ہتھیار نہ تھا۔

افضل خاں نے شیواجی کو ڈیل ڈول میں اپنے سے چھوٹا اور خالی ہاتھوں دیکھ کر دل میں سمجھ لیا کہ میری چال کام کرگئی۔ اپنی عقلمندی کے غرور میں آکر افضل خاں نے شیواجی سے کڑک کر کہا "بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم ایک کسان لٹیرے کے لڑکے ہوکر اِتنا حوصلہ اور غرور کرو کہ کسی کو کچھ نہ سمجھو" اس پر شیواجی نے کہا "ایک باورچی کے لڑکے کو اس بات سے کیا مطلب۔ کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی افضل خاں غصّے سے تمتما اُٹھا اور اُس نے لپک کر شیواجی کو

پکڑنا چاہا۔ شیواجی ڈیل ڈول میں تو افضل خاں سے کم تھے لیکن طاقت و پھرتی میں خاں صاحب سے کہیں زیادہ تھے۔ شیواجی نے بڑی پھرتی کے ساتھ افضل خاں کے وار کو بچاکر اپنے ہاتھوں میں چھپے ہوئے (بگھ نکھ) شیر پنجہ سے خاں صاحب کو زخمی کردیا۔

افضل خاں نے تو شیواجی کے ساتھ سیاسی چال چلی تھی لیکن اُس کا مقصد پورا نہ ہوا

شیواجی کے گرو سمرتھ داس جی تھے۔ شیواجی اُن کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ شیواجی کے شاہی جھنڈے کا رنگ گیروا رہتا تھا۔ شیواجی نے بہت سی سلطنتوں کو جیت کر اپنے راج میں ملا لیا تھا۔ اُس کے زمانے میں دلّی میں اورنگ زیب بادشاہ تھا۔ وہ شیواجی کی وجہ سے بہت پریشان رہا کرتا تھا۔ شیواجی کو شکست دینے کے لئے اُس نے بہت سی ترکیبیں کیں لیکن وہ کسی طرح شکست نہ دے سکا۔ آخر میں اُس نے شیواجی کو ملنے کے بہانے سے بُلا کر دہلی میں قید کرلیا۔ شیواجی اپنی ہوشیاری سے دہلی سے بھی چُپ چاپ بھاگ کر نکل آیا۔

شیواجی بڑا ہی رحمدل تھا۔ ایک بار اُس نے اورنگ زیب کے لڑکے اور لڑکی کو قید کر لیا مگر پھر بھی اُن کو بڑی اچھی طرح سے رکھا اور اپنی فوج کے ساتھ اُن کو دہلی بھجوا دیا۔ سادھو اور مہاتماؤں کی وہ بڑی خاطرداری کرتا تھا۔ اُس کے راج میں رعایا بہت خوش تھی۔ اُس نے اپنی فوج کو بہت اچھی قواعد سکھلا رکھی تھی۔ اُس کی تھوڑی سی فوج دُشمن کی بہت بڑی فوج کو شکست دیتی تھی۔

وہ بڑا جوانمرد تھا۔ ہتھیار چلانے میں اُس کا ثانی دوسرا نہ تھا۔ اِنھیں وصفوں کی وجہ سے اُس کا نام آج تک مشہور ہے۔

مشق

۱۔ شیواجی کون تھا؟

۲۔ شیواجی کو افضل خاں نے کیوں دھوکا دیا تھا؟

۳۔ شیواجی میں کون کون سی صفتیں تھیں؟

۴۔ اُس کے اُستاد کا کیا نام تھا؟

۵۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ:۔

ہو نہ ہو۔ چال کو تاڑ جانا۔ تمتما اُٹھا۔

سبق (۱۸)

گاؤں کی پنچایت

عدالتیں   قابل   منصف   سرپنچ   معزز

پُرانے زمانے میں جب آج کل کی طرح ہمارے ملک میں سرکاری کچہریاں اور عدالتیں نہ تھیں اور رعایا کے معاملوں کا انصاف سرکار کی طرف سے اچھّی طرح نہ کیا جاتا تھا تب ہر ایک گاؤں میں وہاں کے رہنے والے اپنی طرف سے گاؤں کے مُکھیا اور قابل آدمیوں کی پنچایت مقرر کرلیتے تھے۔ وہی پنچایت گاؤں کے سب معاملوں کو ایک رائے سے طے کیا کرتی تھی۔ اِن پنچایتی فیصلوں کو لوگ خوشی سے مانتے تھے۔

اِن پنچائتوں میں اُنھیں معاملوں پر خیال کیا جاتا تھا جو لڑائی جھگڑے وغیرہ کی باہری باتوں سے نسبت رکھتے تھے۔ قومی اور برادری کے معاملوں کے فیصلوں کے لئے ذات برادری کے بڑے بوڑھوں کی پنچایت الگ ہوا کرتی تھی۔ اُسے برادری کی پنچایت کہتے تھے۔

ایسی پنچایتیں اب تک ہوا کرتی ہیں لیکن پہلی قسم
کی پنچایتیں اب بہت کم ہوتی ہیں کیونکہ اب ہماری
سرکار کی طرف سے رعایا کے معاملوں کو انصاف کے
ساتھ سلجھانے کے لئے کچہریاں اور کئی طرح کی عدالتیں
قائم کردی گئی ہیں جن میں لوگ اپنے اُلجھے ہوئے
معاملوں کو پیش کرتے ہیں اور اُن کو مجسٹریٹ۔ منصف
اور جج وغیرہ قانون کے مطابق انصاف کی نگاہ سے
طے کیا کرتے ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے کہ ہماری سرکار نے گاؤں میں
پنچایتوں کا سلسلہ پھر سے شروع کردیا ہے اور ہر ایک
گاؤں میں پنچایت مقرر کردی ہے۔ ہر ایک پنچایت
میں کم سے کم تین آدمی رہا کرتے ہیں۔ اُن تینوں
میں سے ایک آدمی مکھیا ہوا کرتا ہے جسے سرپنچ
کہتے ہیں۔ باقی دو آدمی پنچ کہلاتے ہیں۔

گاؤں کا بڑا زمیندار یا مکھیا زیادہ تر سرپنچ بنایا
جاتا ہے کیونکہ ہر گاؤں میں وہاں کے زمیندار کا ہی
بڑا دبدبہ یا حکومت رہتی ہے اور لوگ اُسی کا کہنا
بہت مانتے ہیں۔ گاؤں میں جو آدمی زیادہ مالدار اور

معزز ہوتا ہے یا جو آدمی زیادہ پڑھا لکھا اور لائق ہوتا ہے وہ پنچ بنایا جاتا ہے کیونکہ گاؤں کے لوگ ایسے آدمی کی بات یا رائے مانا کرتے ہیں۔

ایسی پنچایت کے فیصلے کو ہماری سرکار بھی مانتی ہے۔ اس پنچایت کے سامنے ایسے معاملے رکھے جاتے ہیں جو زیادہ پیچیدہ یا اُلجھے ہوئے نہیں ہوتے۔ زیادہ تر اسی پنچایت میں لین دین اور آپس کے معمولی جھگڑوں کے طے کرنے کا اختیار ہے۔ فوجداری یا مال کے بڑے مقدمے پنچایت نہیں کر سکتی۔ وہ سرکار کی عدالت میں طے کئے جاتے ہیں۔ گاؤں کی یہ پنچایت ہلکے جرمانے کر سکتی ہے۔

سرکار نے بہت سے گاؤں کے بیچ میں کہیں کہیں رعایا کی آسانی کے لئے کچھ بڑے زمینداروں کو وہ اختیارات دے دئے ہیں جو تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹروں کو رہتے ہیں۔ سرکار اِن کو اس کام کے لئے کوئی تنخواہ نہیں دیتی بلکہ اِن کی عزت کا خیال کر کے اِن کو یہ اختیار دیتی ہے۔ یہ لوگ مجسٹریٹ ہوتے ہیں لیکن آنریری مجسٹریٹ کہلاتے ہیں۔

اِن مجسٹریٹوں کے تین درجے ہوتے ہیں۔ اوّل، دوم۔ سوم۔ اوّل درجہ کے آنریری مجسٹریٹ کو وہی اختیار ہوتے ہیں جو ایک کلکٹر کو ہوتے ہیں۔ دوسرے درجہ کے آنریری مجسٹریٹ دوسرے درجہ کے ڈپٹی کلکٹر کے مقابلے کے ہوتے ہیں۔ اور تیسرے درجہ کے آنریری مجسٹریٹ کو تحصیلداروں کے برابر تیسرے درجہ کے اختیار رہتے ہیں۔ اپنے اپنے درجے کے موافق وہ لوگ مال اور فوجداری کے چھوٹے یا بڑے مقدمے کرکے جرمانہ یا قید کی سزائیں دے سکتے ہیں۔ عام طور سے ایسے مجسٹریٹ پڑھے لکھے مالدار اور معزز آدمی ہوا کرتے ہیں۔ آنریری مجسٹریٹوں کی طرح کہیں کہیں سرکار کی طرف سے بڑے زمیندار یا معزز آدمی آنریری مُنصف بھی بنائے جاتے ہیں۔ سرکار گاؤں کے بڑے زمینداروں مالداروں اور لائق آدمیوں میں سے کچھ کو چُن کر اسیسر یا جوری بناتی ہے۔ یہ جج کی عدالت میں بیٹھ کر معاملوں میں اپنی رائے دیتے ہیں۔

مشق

ا۔ گاؤں کی پنچایت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

۲۔آنریری مجسٹریٹ کسے کہتے ہیں ؟
۳۔پنچایت میں کیسے آدمی ہوتے ہیں ؟
۴۔سرپنچ کسے کہتے ہیں ؟

سبق (۱۹)

طاعون اور اُس سے بچنے کی تدبیریں

بیماری خوفناک شکار کرے گا ہرگز تجربہ کار

ہمارے ملک میں جو سب سے زیادہ خوفناک بیماری ہے وہ پلیگ ہے۔ اِسے طاعون بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسی چھوت کی بیماری ہے جو بہت جلد پھیل جاتی ہے۔ یہ بیماری پہلے چوہوں سے شروع ہوتی ہے۔ چوہے اس بیماری سے پاگل ہوکر دوڑنے لگتے ہیں اور چاروں طرف گھوم گھوم کر مر جاتے ہیں۔ جب گھر میں اس طرح چوہے مرنے لگیں تب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ طاعون آگیا ہے اور وہ دوسروں کا بھی شکار کرے گا۔ اِس لئے مکان کو چھوڑ کر جنگل میں جہاں کی آب و ہوا صاف اور تازی ہو جاکر رہنا چاہیئے۔

گھروں سے جب طاعون دور ہو جائے تب خوب قلعی کے چونے اور گوبر سے لپوا پُتوا دینا چاہیئے۔ ساتھ ہی اس کے سب کمروں میں نیم کی پتّیاں۔ گندھک۔ لوبان یا گوگل وغیرہ جلانا چاہیئے۔ جس سے مکان کے اندر کی خراب ہوا صاف ہو جائے۔

جو چوہے پلیگ میں مرے ہوں اُن پر مٹّی کا تیل ڈال کر بستی کے باہر اُن کو جلا دینا چاہیئے۔ جس وقت پلیگ پھیل رہا ہو اُس وقت کھانا کم کھانا چاہیئے۔ اور پیٹ کو کچھ خالی رکھنا چاہیئے۔ سڑی گلی باسی چیزیں ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ گھر کے کمروں کو گرم رکھنے کے لئے گھر میں آگ جلانا اچھا ہے۔ آگ جلانے سے زہریلے کیڑے مر جاتے ہیں۔ جلانے کے لئے جہاں تک ہو سکے نیم کی لکڑی جلانی چاہیئے۔ اپنے اوڑھنے اور بچھانے کے اور پہننے کے کپڑوں کو خوب صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اور دھوپ میں ڈال کر سکھانا اچھا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اُن پر چپکے ہوئے کیڑے مر جاتے ہیں۔

گھر کی سیل یا نمی دور کرنے کے لئے قلعی کے

چونے کو چھوا دینا اچھا ہے۔ گھر کی تمام گندگی دور کر کے کوڑے کرکٹ کو بستی سے باہر جلا دینا چاہئے۔

چیچک کی طرح اس طاعون کا بھی ٹیکا ہوتا ہے۔ اسے اناکلیشن کہتے ہیں۔ اِس ٹیکے کے لگانے سے پلیگ نہیں ہوتا اور اِس کا اثر کم سے کم چھ مہینے تک ضرور رہتا ہے۔ ہر ایک ڈاکٹر یہ ٹیکا لگا سکتا ہے۔ اس لئے پلیگ کے دنوں میں اِسے ضرور لگوا لینا چاہیئے۔

پلیگ میں پہلے جاڑا دے کر بخار آتا ہے۔ اور چہرہ لال پڑ جاتا ہے۔ سانس تیز چلنے لگتی ہے اور سر چکر آتا ہے۔ کبھی کبھی دست بھی شروع ہو جاتے ہیں ور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں۔ اِس میں گردن۔ بغل یا جانگھ میں گلٹی نکل آتی ہے۔ جس کے درد سے بیمار کو بے چینی اور بیہوشی رہتی ہے۔ پلیگ تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم کا پلیگ وہ ہے جس میں گلٹیاں نکلتی ہیں اور اُن میں درد اور جلن ہوتی ہے۔

دوسری قسم میں زہریلے کیڑے گھس کر بدن کے خون کو گرم کر دیتے ہیں۔

تیسرا وہ ہے جس میں زہریلے کیڑے سانس کے ذریعہ سے پھیپھڑوں میں پہنچ کر اُنھیں خراب کر دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں پھیپھڑے سوج جاتے ہیں اور زور سے کھانسی آنے لگتی ہے اور سانس زیادہ پھولنے لگتی ہے کبھی کھانسی کے ساتھ خون بھی آتا ہے۔ اس قسم کا پلیگ بہت بُرا ہوتا ہے۔ اس قسم کے بیمار کا بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

بیمار کو کسی اچھے تجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم کو دکھلا کر اس کا علاج کرانا چاہیئے۔ گلاب کے عرق میں کالی زیری کو پیس کر پلانا اور گلٹیوں پر لال چندن۔ نیم کی چھال اور گیرو کو ہری مکو کی پتی کے رس میں پیس کر لگانا بہت فائدے مند ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس میں سرسام ہو جاتا ہے۔ اجوائن کو پانی میں اُبال کر تھوڑی تھوڑی دیر تک پلاتے رہنا اچھا ہے۔ یہ بیماری کیڑوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اِس کے کیڑے آدمی کے اندر پہنچ کر بخار وغیرہ پیدا کرتے ہیں اور اِتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ آنکھوں سے دکھلائی نہیں دیتے۔

جہاں تک ہو سکے پلیگ کے بیمار سے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے کو بچاتے رہنا چاہیئے۔ اِس کے کیڑے اُڑ کر چپک جاتے ہیں اور اپنا زہر پھیلا دیتے ہیں۔

مشق

۱۔ طاعون کیسے پیدا ہوتا ہے؟

۲۔ طاعون سے بچنے کے لئے کیا تدبیر کرنا چاہیئے؟

۳۔ طاعون ہونے کی کیا علامتیں ہیں؟

۴۔ طاعون کے طرح کا ہوتا ہے۔ اس میں سب سے خطرناک کون ہے؟

سبق (۲۰)

سر سیّد احمد خاں

حکّام پنشن خیرخواہی ہنس مکھ مِلنسار

ملک اور قوم کی ترقی چاہنے والے بڑے آدمیوں میں سر سیّد احمد خاں کا بھی نام بڑی عزّت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ جس وقت یہ پیدا ہوئے تھے اُس وقت قوم کی حالت اچھی نہ تھی۔ اس کی

بُری حالت کو دیکھ کر اُن کا دل بھر آیا اور سوچنے
لگے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے اپنے علم و ہُنر اور
قابلیت کا سکّہ تمام مغربی دنیا پر جما رکھا تھا
اور تجارت و حکومت میں بھی اچھا نام پیدا کیا تھا
اس وقت اُسی قوم کی اس بُری حالت کو مجھے
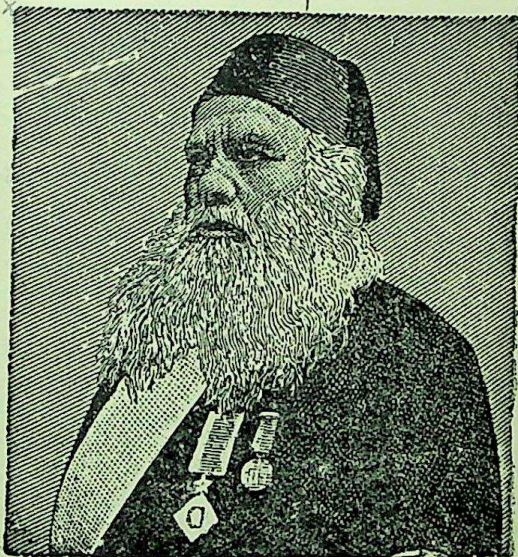
جس طرح بھی ہو جلدی درست کرنا چاہیئے کیوں میں
بھی اُسی قوم کا ایک آدمی ہوں۔
اُن کی پیدائش ۱۷۔ دسمبر ۱۸۱۷ء کو شہر دہلی کے
ایک بڑے مشہور گھرانے میں ہوئی۔ اُن کو پڑھنے

لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ جب وہ صرف سولہ برس کے تھے تب اُن کے باپ مر گئے۔ اِتنی ہی عمر میں اُنھوں نے عربی اور فارسی بخوبی پڑھ لی تھی۔ باپ کے مرنے پر سرکاری نوکری کی تلاش میں لگ گئے۔ اُن کی خواہش ابھی اور پڑھنے کی تھی مگر کہیں سے مدد نہ ملنے کی وجہ سے زیادہ نہ پڑھ سکے۔ اُن کو مجبوراً پڑھنا لکھنا چھوڑ کر نوکری کی تلاش کرنی پڑی۔ ۱۸۳۵ء میں اُن کو سرکاری نوکری مل گئی اور اس عہدے پر اُنھوں نے اس خوبی سے کام کیا کہ سرکاری حکّام نے خوش ہو کر اُنھیں جلدی ہی سررشتہ داری اور اُس سے صدر اعلیٰ کے اونچے عہدے تک پہنچا دیا۔ چھبّیس برس تک نوکری کر کے آپ نے پنشن لے لی اور آپ علی گڈھ میں آ کر رہنے لگے۔

۱۸۵۷ء میں جب غدر ہوا تب آپ نے انگریزوں کی بڑی مدد کی۔ اس خیر خواہی کے بدلے میں سرکار نے اُن کی اور اُن کے بڑے لڑکے محمود کی دُو دُو سو روپئے مہینے کی پنشن مقرّر کر دی۔ ۱۸۶۹ء میں آپ ولایت گئے اور ساتھ میں اپنے دونوں لڑکوں کو

بھی لیتے گئے۔ اُنھوں نے ولایت میں اپنے لڑکوں کو قانون کی تعلیم دلوائی۔ وہاں سے لوٹنے پر محمود تو ہائی کورٹ کے جج ہوئے اور حامد پولیس کے ایک بڑے عہدے پر تعینات کئے گئے۔

ولایت جاکر جب سرسید احمد خاں نے وہاں علم و ہنر کی خوب ترقی دیکھی۔ تب اُن کے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح مجھے اپنی قوم میں بھی تعلیم کی ترقی دینی چاہیئے۔ وہاں سے لوٹتے ہی آپ نے علی گڈھ میں ایک کالج کی بنیاد ڈال دی اور ہر ایک بڑے آدمی سے مل کر آپ نے اِس بات میں اُن کی رائے لی۔ ساتھ ہی اِس کے روپیوں کا اکٹھا کرنا بھی شروع کردیا۔ اس کام میں آپ نے سرکار سے بھی مدد مانگی اور سرکار نے اُن کو کافی مدد دی۔ آپ کی کوشش سے علی گڈھ میں ایک بڑا کالج مسلمانوں کے لئے کُھل گیا۔ اِس کالج کے لئے سرسید احمد خاں صاحب نے جتنی کوشش کی اُتنی اور کسی نے نہیں کی۔ اِس لئے جب تک اِس کالج کا نام قائم رہے گا تب تک سرسید احمد خاں

کا بھی نام زندہ رہے گا۔ آج جتنے بھی مسلمان بڑے بڑے عہدوں پر ہیں زیادہ تر اِسی کالج کے پڑھے ہوئے ہیں۔ اس کالج نے سچ مچ مسلمانوں کو بڑی ترقی دی ہے۔

سرسیّد گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ یہ بڑے ہی ملنسار اور ہنس مکھ آدمی تھے۔ اِن کا مزاج بہت ہی سیدھا سادا تھا۔ اِن کے خیالات بھی بڑے ہی اچھے اور اونچے تھے۔ اِنھوں نے بہت سے مسلمان غریب لڑکوں کو اپنی مدد سے پڑھاکر اونچے درجوں پر پہنچا دیا۔ سرسیّد احمد خاں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں دلّی کی عمارتوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور اُن کے حالات بھی لکھے ہوئے ہیں۔ اِن کے قلم میں بھی بڑا زور تھا۔ اِن کی باتوں کو سب لوگ بڑے غور اور عزّت سے سنتے اور مانتے تھے۔ اُس وقت اِن کی عزّت سرکار اور رعایا دونوں میں کافی تھی۔ ۱۸۹۸ء میں آپ اِس دنیا سے کوچ کر گئے۔

پُرانے لوگوں اور اچھے آدمیوں کے حالات پڑھنے

سے ہمارے دلوں اور دماغوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ ہمارا چال چلن اچھا ہوجاتا ہے اور ہماری عادتیں بھی درست ہوجاتی ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی عمر کا بیش قیمت حصہ قوم اور ملک کی بھلائی کے لئے لگایا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کے کاموں اور اُن کی خدمتوں کو اچھی نگاہوں سے دیکھیں اور اُن کے اچھے خیالات اور اچھے وصفوں کو لے کر اس دنیا میں اُن کے ہی ایسے اچھے کام کرتے ہوئے نام پیدا کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے کام کریں جن سے ہمارا بھی فائدہ ہو اور ہمارے ملک اور ہمارے ملکی بھائیوں کا بھی بھلا ہو۔

مشق

۱۔ سر سید احمد خاں نے اپنی قوم کے ساتھ کیا کیا بھلائیاں کیں؟

۲۔ سر سید احمد خاں کا حال مختصر طور پر بیان کرو۔

۳۔ سر سید احمد خاں نے سرکار کی کیا خدمت کی اور اُس کا انگریزوں سے کیا بدلہ ملا؟

۴۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ:۔

نام پیدا کرنا ۔ دنیا سے کوچ کرنا ۔ سکہ جمانا۔

سبق (۲۱)

فصلی بخار اور اُس سے بچنے کی تدبیر

ملیریا زہریلے بخار تھکاوٹ بلاقیمت

تم یہ جانتے ہو کہ برسات کے بعد کنوار اور کاتک کے مہینوں میں لوگوں کو اکثر بخار آجایا کرتا ہے۔ اِس بخار کے پہلے جب بخار آتا ہے اُسے جاڑا لگتا ہے۔ اور پھر دھیرے دھیرے جاڑا تو کم ہوجاتا ہے لیکن اُسے بخار چڑھنے لگتا ہے اور اُس کا جسم گرم ہوجاتا ہے۔ ایسے بخار کو ملیریا بخار یا جاڑے کا بخار کہتے ہیں۔ یہ بخار کبھی ہر روز کبھی دوسرے روز کبھی تیسرے دن کبھی چوتھے یا کئی دن میں آیا کرتا ہے اور ایک طرح سے اس کی باریاں بندھ جاتی ہیں اور اِنھیں باریوں کے مطابق بخار آیا کرتا ہے۔ کبھی کبھی یہ بخار دن میں کئی بار چڑھا اور اُترا کرتا ہے۔ اِن سب میں پہلے بدن ٹوٹنے لگتا ہے اور سانس گرم گرم آنے لگتی ہے۔ پیروں اور کمر میں درد ہونے لگتا

ہے اور سردی معلوم ہونے لگتی ہے۔ لوگ اِسے جوڑی کا بخار بھی کہتے ہیں۔

برسات کے آخیر میں یہ اس وجہ سے پھیلتا ہے کہ اُس وقت ہوا میں برسات کے پانی سے چیزیں سڑ گل کر اپنی زہریلی بھاپ چھوڑ دیتی ہیں جس سے ہوا زہریلی ہوکر بخار پیدا کرنے والی ہوجاتی ہے۔ برسات میں پانی گندے گڑھوں، تالابوں یا پوکھروں میں بھرجاتا ہے اور اِن میں زہریلے کیڑے اور مچھّر بہت بڑی تعداد میں پیدا ہوجاتے ہیں۔ اِن کیڑوں یا مچھّروں کے کاٹنے ہی سے لوگوں کو یہ بخار آجاتا ہے۔ اسی سے گھروں میں یا گھروں کے آس پاس ایسے گڑھے نہ رکھنے چاہیئے اور اُن میں کوڑا کرکٹ نہ ڈالنا چاہیئے کہ اُن میں برسات کا پانی بھرکر ملیریا پیدا کرنیوالے کیڑوں اور مچھّروں کو پیدا کرے۔ گھروں کو خوب صاف سُتھرا رکھنا چاہیئے۔ گھروں میں کوڑا کباڑ اکٹّھا نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ کوڑے کی گندگی سے ہوا تو خراب ہی ہوتی ہے مگر زہریلے کیڑے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ گھر کا کوئی بھی حصّہ ایسا نہ رکھنا چاہیئے جس میں صاف ہوا

اور سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو اور جس میں نمی یا میل رہتا ہو۔ کیونکہ ایسی جگہ کی ہوا خراب رہتی ہے اور وہاں مچھر یا زہریلے کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں اور ایسی جگہوں میں رہنے والوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

بخار سے آدمی کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔ بھوک کم ہوجاتی ہے اور دل اور دماغ اپنا کام ٹھیک طور پر نہیں کرتے۔ ملیریا بخار سے پیٹ کی تلی بڑھ جاتی ہے جس سے نئے اور اچھے خون کا پیدا ہونا بند ہوجاتا ہے اور اچھے خون کے نہ ہونے سے تندرستی خراب ہوجاتی ہے۔

بیمار کو بڑی ہوشیاری سے رہنا چاہیئے۔ اِس کو کسی طرح کا خراب کھانا نہ کھانا چاہیئے اور ایسے کام نہ کرنا چاہیئے جس سے بدن میں زیادہ تھکاوٹ پیدا ہو۔ زیادہ سردی اور گرمی سے بھی اُسے بچانا چاہیئے۔ دیر میں ہضم ہونے والا کھانا بیمار کو بہت نقصان کرتا ہے۔ اس بخار میں تلسی کی پتّی، کالی مرچ اور نیم کی سینکوں کو پیس کر پلانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ چرائتہ اور پت پاپڑے کو بھی اُبال کر پینے

سے یہ بخار چلا جاتا ہے لیکن اِس کے لئے سب سے اچھّی دوا کُنین ہے۔ سرکار کی طرف سے کُنین قریب قریب ہر ایک گاؤں کے مُکھیا پٹواری یا مدرّس کے پاس بلا قیمت بانٹنے کے لئے رکھ دی جاتی ہے اور ہر ایک آدمی کو آسانی سے مِل سکتی ہے۔

کُنین ایک پیڑ کا ست ہے اور اُس کا مزہ بہت کڑوا ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اب میٹھی کُنین بھی بنائی ہے تاکہ وہ کھانے میں بُری نہ معلوم ہو۔ بچّے بھی خوشی سے کھالیں۔ کُنین کی گولیاں بھی بنائی جاتی ہیں اور کُنین کا عرق بھی بنایا جاتا ہے۔ عام طور سے کُنین کا چورن بھی بنا کرتا ہے۔ کُنین کا اثر بہت گرم ہوتا ہے۔ اِس لئے کُنین کھانے والے کو چاہیئے کہ وہ گائے کا دودھ شکر کے ساتھ خوب پیئے اور نیبو بھی کھائے۔ دودھ اُس کی گرمی کو دور کرتا ہے اور بدن میں طاقت پہنچاتا ہے۔

مشق

۱۔ ملیریا کے پیدا ہونے کا کیا باعث ہے؟

۲۔ بخار آنے سے پہلے کیا حالت ہوتی ہے؟

۳۔بخار سے بچنے کی کیا تدبیر ہے؟
۴۔ملیریا بخار کی کیا خاص دوا ہے؟
۵۔جملہ بناؤ :۔
بارہا۔ بندھ جاتی ہیں۔ دھیرے دھیرے۔ آس پاس میں۔ سڑ گل کر۔

سبق (۲۲)

منی آرڈر

چٹھی رساں۔ فارم۔ دستخط۔ خوشخطی۔ انعام۔ جمع

ایک دن جب ماسٹر صاحب لڑکوں کو بیاج کا ایک سوال سمجھا رہے تھے، ایک چٹھی رساں نے پہنچ کر اُن سے کہا۔ ماسٹر صاحب آپ کا ایک منی آرڈر ہے۔ ماسٹر صاحب نے منی آرڈر کے فارم پر دستخط کرکے روپئے لے لئے اور خلیل احمد کو بُلاکر کہا۔ خلیل احمد لو۔ تم نے جو اُردو کی خوشخطی لکھ کر الہ آباد کی انجمن ترقی اُردو میں انعام کے لئے بھیجا تھا اُسے اُس انجمن نے سب سے اوّل سمجھا اور

اس لئے دس روپیئے انعام کے طور پر تمھیں بھیجے ہیں۔ پھر اُنھوں نے سب لڑکوں سے کہا کہ دیکھو لڑکو! خلیل احمد کو اُس کے اچھّے لکھنے پر دس روپیہ کا انعام ملا ہے۔ تمھیں بھی اِسی طرح خوشخط لکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

گوپال نے اُس وقت ماسٹر صاحب سے پوچھا۔ پنڈت جی خلیل احمد کے انعام کا روپیہ کیا الہ آباد سے چِھٹّی رساں ہی لایا ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا۔ نہیں نہیں۔ گوپال یہ چِھٹّی رساں تو یہیں رہتا ہے۔ یہ الہ آباد نہیں گیا بلکہ انعام کا روپیہ وہاں سے ڈاک کے ذریعہ سے یہاں کے ڈاک خانے میں آگیا تھا اور یہ چِھٹّی رساں اُسے ڈاکخانہ سے یہاں لایا ہے۔

گوپال نے پھر پوچھا۔ پنڈت جی الہ آباد سے یہ روپیہ کس طرح ڈاک میں آیا ہے۔ ڈاک میں تو چِھٹّی وغیرہ آیا کرتی ہے۔ پنڈت جی نے کہا۔ اچّھا سب لڑکو دل لگا کر سنو۔ ہم تمھیں اس کا حال بتاتے ہیں۔ جس طرح ہم اپنی چِھٹّی لکھ کر ڈاک خانہ میں چھوڑ دیتے ہیں اُسی طرح جب ہمیں کہیں کسی کے پاس

روپیہ بھیجنا ہوتا ہے تب ہم ڈاک خانہ سے روپیئے بھیجنے کا فارم لے کر بھردیتے ہیں۔ اس فارم کو منی آرڈر کا فارم کہتے ہیں۔ یہ فارم ہر ایک ڈاک خانہ سے روپیئے بھیجنے والے کو مفت ملتا ہے۔ اس فارم کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ دیکھو میں تمھیں ایک فارم جو میرے پاس رکھا ہوا ہے دکھلاتا ہوں۔ اِس کے اوپری حصّہ میں ڈاک خانہ کے بابو دوسرے ڈاک خانہ کے بابو کو جہاں روپیہ بھیجا جاتا ہے، یہ لکھ دیتے ہیں کہ اس میں لکھے ہوئے روپیئے اُس آدمی کو دیدو جس کے نام روپیہ بھیجا جا رہا ہے۔

اُس حصّہ کے نیچے والے حصّہ میں کئی خانے بنے رہتے ہیں۔ اُن میں بھیجنے والے کا نام۔ روپیئے کی تعداد اور اُس آدمی کا نام اور پورا پتہ، جسے روپیئے بھیجے جارہے ہیں۔ بھیجنے کی تاریخ، بھیجنے والے کی دستخط رہتے ہیں۔ اُس حصّہ کے نیچے پھر بھیجنے والے آدمیوں کا نام اور بھیجنے والے کا پورا پتہ اور کچھ تھوڑا سا حال لکھنے کی جگہ رہتی ہے جس میں بھیجنے والا جو چاہے لکھ سکتا ہے۔

فارم کا یہ حصّہ پھاڑ کر روپیہ پانے والے کو دیدیا

جاتا ہے۔ فارم کے دوسری طرف یا پشت پر پانے والے
سے دستخط کرا لئے جاتے ہیں۔ جہاں پر یہ لکھا رہتا
ہے کہ میں اس فارم پر لکھے ہوئے روپئے پا گیا، وہیں
پانے کی تاریخ بھی لکھی ہوتی ہے۔ یہ حصّہ جو روپیہ
بھیجنے والے اور پانے والے دونوں کی لکھی ہوئی رسیدوں
کا کام کرتا ہے یہ بتلاتا ہے کہ بھیجنے والے نے کتنے
روپئے کب اور کس آدمی کو بھیجے ہیں اور ساتھ ہی
یہ بھی بتلاتا ہے کہ بھیجے ہوئے روپئے اُس آدمی
نے پالئے جس کے لئے وہ روپئے بھیجے گئے تھے۔
اس فارم پر دونوں ڈاک خانوں کی یعنی جہاں سے
روپیہ بھیجا گیا ہے اور جس ڈاک خانے سے روپیہ
دیا گیا ہے، مُہریں لگی رہتی ہیں۔

جب کسی کو روپیہ بھیجنا ہوتا ہے تب وہ اِس
فارم کو بھر کر ڈاک بابو کو روپیوں کے ساتھ دیدیتا
ہے۔ ڈاک بابو اُسے ایک رسید اس بات کی دیدیتا ہے
کہ اُس نے فارم میں لکھے ہوئے روپئے بھیجنے کے
لئے پالئے۔ اُس رسید پر ڈاک بابو اپنے ڈاک خانہ کی
مُہر اور دستخط کردیتا ہے۔ بس روپیہ بھیجنے والا تو اِس

رسید کو لے کر اپنے گھر چلا جاتا ہے اور ڈاک بابو
اُس فارم پر دوسرے ڈاک خانہ کے بابو کو جہاں
پہنچ کر وہ روپیہ پانے والے کو دیا جائے گا، روپیہ
دینے کے لئے لکھ کر اُس فارم کو چٹھیوں کی طرح
ڈاک سے بھیج دیتا ہے اور جو روپئے اُس نے یہاں
بھیجنے والے سے پائے ہیں اُنھیں سرکاری روپیوں
میں جمع کرلیتا ہے۔ اس طرح اِدھر تو سرکار کے
یہاں یہ روپیہ جمع ہوجاتا ہے اُدھر دوسرے ڈاکخانہ
سے اُتنے ہی روپئے سرکاری حساب سے نکال کر
منی آرڈر فارم کے پہنچنے پر پانے والے کو دے
دئے جاتے ہیں۔

اب تو تم سب یہ سمجھ گئے ہوگے کہ روپئے
ڈاک سے نہیں آتے بلکہ وہ ایک ڈاک خانہ میں
جمع ہوجاتے ہیں اور دوسرے ڈاک خانہ سے دے
دئے جاتے ہیں۔ جس طرح ہماری چٹھیوں کے پہنچنے
کے لئے سرکار ہم سے ڈاک کا محصول، پوسٹ کارڈ،
لفافے اور ٹکٹوں کے داموں کی شکل میں لیتی ہے
اسی طرح منی آرڈر بھیجنے کے لئے بھی سرکار ہم

سے محصول لیتی ہے۔ دس روپئے تک بھیجنے کے لئے دو آنہ ۔ دس سے اوپر پچیس روپئے تک بھیجنے کو چار آنہ اور پچیس سے پچاس تک آٹھ آنہ اور پچاس سے سو تک ایک روپیہ لیا جاتا ہے۔

گوپال نے کہا۔ پنڈت جی اب ہم لوگ منی آرڈر کے بارے میں سب باتیں سمجھ گئے لیکن ایک بات اور بتا دیجئے کہ منی آرڈر کے فارم میں کیا انگریزی لکھی رہتی ہے۔

ماسٹر صاحب نے کہا۔ نہیں نہیں۔ گوپال! سرکار نے ہندی اُردو، انگریزی اور دوسرے صوبوں کی دوسری زبانوں میں بھی یہ فارم چھپا رکھے ہیں۔ تم جو فارم چاہو لے سکتے ہو۔

مشق

۱۔ منی آرڈر کے فارم میں کیا لکھا جاتا ہے؟

۲۔ روپیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کیسے بھیجا جاتا ہے؟

۳۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ :۔

خوشخط فارم انجمن

سبق (۲۳)

ٹاؤن ایریا

روشنی موافق تعلیم رعایا عام طور

یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ جو مقام گاؤں سے کچھ بڑا اور شہر سے چھوٹا ہوتا ہے، قصبہ کہلاتا ہے۔ اُسی کو انگریزی میں ٹاؤن کہتے ہیں۔ اکثر تم نے مدرسوں کو ٹاؤن اسکول کہتے ہوئے سُنا ہوگا۔ اِس میں بھی ٹاؤن کے معنی قصبے کے ہیں۔ قصبہ کی آبادی اور اُس کا کاروبار گاؤں کی آبادی اور وہاں کے کاروبار سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ قصبوں میں بازار بھی لگتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ قصبے ہر ایک بات میں شہروں سے کم ہوتے ہیں۔ قصبہ کو ہم ایک چھوٹا شہر کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ بہت سی باتوں میں شہر سے ملتا جُلتا ہے۔

شہروں میں جس طرح وہاں کے رہنے والوں کی طرف سے شہر کے فائدہ کے لئے مینوسپلٹی رہتی ہے

اُسی طرح قصبوں میں بھی ایک چھوٹی سی مینوسپلٹی ہوتی ہے۔ اُسے ٹاؤن ایریا کہتے ہیں۔ یہ قصبہ کے فائدہ کے لئے طرح طرح کے کام کیا کرتی ہے۔ کچھ تھوڑی سی باتوں کو چھوڑ کر باقی اور سب باتوں میں یہ مینوسپلٹی ہی کی طرح ہے اور قصبہ میں وہ سب کام کرتی ہے جو شہروں میں مینوسپلٹی کے ذریعہ سے کئے جاتے ہیں۔

مینوسپلٹی کی طرح ٹاؤن ایریا میں بھی قصبہ کے محلّوں سے چُنے ہوئے ممبر رہتے ہیں۔ یہ ممبر محلّہ کے رہنے والوں میں سے چُنے جاتے ہیں اور قصبہ کے کاموں کی دیکھ بھال کیا کرتے ہیں۔ ممبر مِل کر اپنا ایک مُکھیا جسے چیرمین کہتے ہیں چُن لیا کرتے ہیں۔ چیرمین اور ممبر تین برس کے لئے چُنے جاتے ہیں اور پھر چوتھے برس اُن کا انتخاب ہوتا ہے۔

ٹاؤن ایریا قصبے میں روشنی اور سڑکوں اور محلّوں کی صفائی کا انتظام کرتی ہے۔ قصبہ کی سڑکوں پر اور محلّوں کی خاص خاص جگہوں پر یہ لالٹینیں لگواتی ہے جن سے رات کو قصبہ میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ ضرورت کے موافق یہ قصبہ میں نئی سڑکیں

اور اُن کے دونوں طرف پانی بہنے کے لئے نالیاں بنواتی ہے۔ سڑکوں کے خراب ہوجانے پر اُن کی مرمّت کا کام بھی اِسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ صفائی جو کہ آبادی کے لئے بہت ضروری ہے ٹاؤن ایریا کو ہر وقت دیکھنی پڑتی ہے اور اس کے لئے اُسے سبھی ضروری باتیں کرنی پڑتی ہیں۔

مینوسپلٹی شہروں میں وہاں کے رہنے والوں کی تعلیم اور اُن کے پینے کے لئے پانی وغیرہ کا بھی انتظام کرتی ہے لیکن ٹاؤن ایریا اِن باتوں کو نہیں کرتی۔ قصبوں کی تعلیم کا کام عام طور سے ضلع کے ڈسٹرکٹ بورڈ ہی کو کرنا پڑتا ہے کیونکہ قصبہ کے لئے دو یا ایک اسکول کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اِسی طرح قصبوں کے پانی کا بھی انتظام ٹاؤن ایریا کو نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ قصبوں کی آبادی اِتنی نہیں ہوتی جس کے لئے پائپ کا انتظام ضروری ہو۔ اگر ٹاؤن ایریا قصبہ کے پانی کا انتظام کرنا بھی چاہے تو وہ اُس کے لئے ناممکن سا ہوگا۔ کیونکہ قصبہ میں آبادی کے کم ہونے کی وجہ سے ٹاؤن ایریا کو

پانی کا ٹیکس وہاں کے رہنے والوں سے اِتنا کافی نہ مِل سکے گا جس سے قصبہ کے پانی کا انتظام وہ اچھی طرح آسانی کے ساتھ کر سکے۔ اِسی لئے قصبے کے رہنے والے پانی کا انتظام خود کر لیا کرتے ہیں۔

یہ بات ضرور ہے کہ ٹاؤن ایریا اگر اپنے یہاں کافی روپئے کی بچت دکھاتی ہے تو قصبہ میں نئے کنویں جہاں اُن کی ضرورت ہے کبھی کبھی بنوا سکتی ہے۔ قصبوں کے کنویں تالابوں کی صفائی اچھی طرح ٹاؤن ایریا کو کرنی پڑتی ہے کیونکہ قصبہ کی صفائی کا یہ ایک خاص حصّہ ہے۔

جس وقت قصبہ میں ملیریا، ہیضہ، چیچک اور پلیگ وغیرہ میں سے کوئی مرض پھیلنے لگتا ہے اُس وقت ٹاؤن ایریا کو قصبہ کی صفائی کا بہت زیادہ خیال کرنا پڑتا ہے۔ محکمہ صفائی کا یہ خاص کام ہے کہ وہ رعایا کی تندرستی کے لئے ڈاکٹروں کے ذریعہ سے سبھی ضروری انتظام کرے اور ہیضہ وغیرہ کی بیماریوں کے دور کرنے کی کوشش کرے اور لوگوں کی مدد کرے۔ اوپر جو کام بتلائے گئے ہیں اُن کے کرنے میں جو

روپیہ خرچ ہوتا ہے وہ روپیہ ٹاؤن ایریا کو قصبے کے رہنے والوں سے ملتا ہے۔ جس طرح شہر میں مینوسپلٹی اپنے خرچ کے لئے ٹیکس چنگی وغیرہ سے روپیہ اکٹھا کرتی ہے، اُسی طرح قصبہ میں اپنے خرچ کے لئے ٹاؤن ایریا بھی کچھ تھوڑے سے ٹیکس لگاتی ہے اور قصبے کے بازار میں باہر سے آنے والی اور وہاں سے باہر جانے والی چیزوں پر یعنی قصبہ کی تجارت پر چُنگی لگاتی ہے۔ چُنگی کو بھی ایک طرح کا ٹیکس کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح سے مینوسپلٹی اپنے شہر کے گھروں پر ایک طرح کا ٹیکس لگاتی ہے جیسے ہاؤس ٹیکس یا گھر کا ٹیکس کہتے ہیں اُسی طرح ٹاؤن ایریا اپنے قصبہ کے گھروں پر تھوڑا سا ٹیکس لگاتی ہے۔ چُنگی اور ٹیکسوں سے جو آمدنی ہوتی ہے وہی قصبہ کی روشنی اور وہاں کی صفائی وغیرہ کے کاموں میں خرچ کی جاتی ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ مینوپلٹی اور ٹاؤن ایریا ہمیں اپنے شہروں اور اپنے قصبوں کا انتظام خود کرنا سکھاتی ہے اور اِسی طرح ڈسٹرکٹ بورڈ بھی ہمیں اپنے ضلع کا اندرونی بندوبست کرنا سکھلاتا ہے۔ اِن محکموں کو

کھول کر سرکار نے ہمیں اپنا انتظام اپنے آپ ہی کرنے کا سبق پڑھایا ہے۔

مشق

۱۔ٹاؤن ایریا کسے کہتے ہیں؟

۲۔ٹاؤن ایریا اور میونسپلٹی میں کیا فرق ہے؟

۳۔ٹاؤن ایریا اپنے خرچ کے لئے کس طرح روپیہ اکٹھا کرتی ہے؟

۴۔معنی بتلاؤ اور جملے بناؤ:۔

انتخاب۔مرمّت۔چُنگی۔عام طور۔طرح طرح کے۔

سبق (۲۴)

مونگ پھلی کی کھیتی

دیہات۔قصبہ۔مِلتا جُلتا۔ قطاریں۔ فصل

آج کل ہمارے ملک میں مونگ پھلی کھانے کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں مونگ پھلی سب جگہ پھیل گئی ہے اور اِسے بچّے، بوڑھے، عورت، مرد سب کھاتے ہیں۔جاڑے کے دنوں میں تو لوگ اِسے بہت کھاتے ہیں اور اِسے

ایک طرح کا میوہ سمجھتے ہیں۔ مونگ پھلی کو کچّا بھی کھاتے ہیں اور بھاڑ میں بھون کر بھی کھاتے ہیں۔ کچّی مونگ پھلی کی بہ نسبت بُھنی ہوئی مونگ پھلی زیادہ سوندھی اور ذائقہ دار ہوتی ہے۔

مونگ پھلی پہلے ہندوستان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ چین سے یہ یہاں لائی گئی ہے اور اِسی لئے اِسے چینا بادام بھی کہتے ہیں۔ اِس کا مزہ بھی بادام کے

مزے سے کچھ کچھ ملتا جُلتا ہے۔ پہلے اِس کی کھیتی بنگال، بمبئی اور مدراس میں ہوئی۔ پھر دھیرے دھیرے تمام ملک میں اِس کی کھیتی ہونے لگی۔ اب تو یہ قریب قریب ہر جگہ بوئی جاتی ہے۔

جس کھیت میں مونگ پھلی بوئی جاتی ہے، اُسے اُسی طرح تیار کرتے ہیں جس طرح آلو کا کھیت تیار کیا جاتا ہے۔ کھیت کو خوب جوت کر اُس کی مٹّی کو

نرم اور بھر بھری کر دیتے ہیں اور پھر کھیت میں مینڈے
بنا کر نالیاں اور کیاریاں تیار کر لیتے ہیں۔ انھیں کیاریوں
میں مونگ پھلی کے بیجوں کو مع چھلکوں کے بو دیتے
ہیں۔ بوتے وقت اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ
مونگ پھلی کا نکیلا حصّہ نیچے کی طرف رہے۔ مونگ پھلی
زمین کے اندر دو انچ کی گہرائی پر بوئی جاتی ہے۔ تین
یا چار دن کے بعد مونگ پھلی کے پودے زمین پھوڑ کر
نکل آتے ہیں۔ جب یہ قریب تین چار انگل کے ہو جاتے
ہیں، تب اُن پودوں کے اوپر مٹّی چڑھا دی جاتی ہے
ایسا کرنے سے پودے خوب بڑھتے ہیں اور زمین پر
خوب پھیل جاتے ہیں۔

بونے سے پہلے جس وقت کیاریاں بنائی جائیں اُس
وقت اِس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ اِس
کی قطاریں سوا یا ڈیڑھ ہاتھ کے فاصلہ پر ہیں۔ کیونکہ
اگر وہ پاس پاس رہیں گی تو مونگ پھلی کے پودے
اچھی طرح پھیل کر بڑھ نہ سکیں گے۔ آلو کی طرح
مونگ پھلی کے پودوں کو بھی پانی کی بڑی ضرورت
رہتی ہے۔ یہ پودے اِتنے پیاسے رہتے ہیں کہ اگر

انھیں ہفتہ میں ایک بار بھی پانی نہ دیا جائے تو ساری فصل خراب ہو جائے۔

فصل تیار ہوتے ہوتے پودوں کو کم سے کم بارہ چودہ بار ضرور پانی دینا چاہیئے۔

مونگ پھلی ایک طرح کی پھلی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اور قسم کی پھلیوں کی طرح یہ اپنے پودوں کے اوپر نہیں پھلتی بلکہ زمین کے اندر جڑوں میں پھلتی ہے۔ مونگ پھلی کے اوپر ایک موٹا چھلکا ہوتا ہے۔ جس پر چار خانہ دار دھاریاں رہتی ہیں۔ ہر ایک پھلی کے اندر کم سے کم دو دانے ضرور ہوتے ہیں لیکن کسی کسی پھلی میں تین یا چار دانے تک بھی نکلتے ہیں۔

مونگ پھلی کے پودوں میں اوپر پیلے رنگ کے پھول لگتے ہیں۔ جب یہ پھول سوکھ جاتے ہیں تب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مونگ پھلی جڑوں میں لگ رہی ہے۔

اور جب اوپر کے پتے پیلے ہوکر گر جاتے ہیں تب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ نیچے مونگ پھلی کی فصل تیار ہوگئی اور اب اُسے کھود کر نکال لینا چاہئے۔ ایک ایک پودے کے نیچے زیادہ سے زیادہ پاؤ یا سوا پاؤ مونگ پھلی نکلتی ہے۔ اگر فصل خوب اچھی تیار ہوسکی۔

مونگ پھلی کی کھیتی بھادوں کے آخیر میں اور کنوار کے شروع میں کی جاتی ہے اور ماگھ یا پھاگن میں فصل تیار ہوجاتی ہے۔ مونگ پھلی کے دانوں کے اوپر ایک قسم کا بہت پتلا لال چھلکا رہتا ہے۔ اُس کو چھیل کر نکال دینے پر سفید دانے نکل آتے ہیں۔ ہر دانے میں دو ڈالیں رہتی ہیں اور اُن کے بیچ میں نوک کے پاس ایک چھوٹا سا انکھوا رہتا ہے۔

ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ مونگ پھلی کچّی اور پکّی دونوں حالتوں میں کھائی جاتی ہے۔ اب یہ اور بتلا دینا چاہتے ہیں کہ مونگ پھلی سے تیل بھی نکالا جاتا ہے۔ اُسے کولھو میں ڈال کر پیرتے ہیں۔ اُس کا تیل کھانے کے کام میں آتا ہے اور اُس سے پوریاں وغیرہ بھی

پکائی جاتی ہیں۔ دوسرے ملکوں میں مونگ پھلی کے تیل سے کئی قسم کے صابن وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کی کھلی بھی تل، سرسوں وغیرہ کی کھلی کی طرح جانوروں کو کھلائی جاتی ہے اور اُن کو بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔ پس یہ کھلی بنانے کے کام میں بھی آتی ہے۔

مشق

۱۔ مونگ پھلی کس کام آتی ہے؟
۲۔ مونگ پھلی کی کھیتی کیسے ہوتی ہے؟
۳۔ مونگ پھلی کب پیدا ہوتی ہے؟
۴۔ مونگ پھلی ہندوستان میں کہاں سے آئی؟
۵۔ اِسے چینا بادام کیوں کہتے ہیں؟

سبق (۲۵)

ڈسٹرکٹ بورڈ

ممبر　　نام زد　　لیاقت　　صدر

گاؤں کی صفائی۔ تندرستی، تعلیم اور سڑکوں کے انتظام کے لئے ہر ایک ضلع میں ایک بورڈ ہوتا ہے اُسے ڈسٹرکٹ بورڈ کہتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ میں کئی ممبر ہوتے ہیں۔ زیادہ تر ممبر لوگوں کے چُنے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ ممبروں کو سرکار بھی نام زد کرتی ہے۔ ممبروں کی نام زدگی ہر تیسرے برس ہوتی ہے۔ نام زدگی کے لئے ہر ضلع کئی حلقوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہر حلقہ میں گاؤں ہوتے ہیں۔ اِن حلقوں کے لوگ اپنے اپنے حلقوں سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کو اپنی طرف سے چُن کر ڈسٹرکٹ بورڈ میں بھیجتے ہیں۔ ہر حلقہ سے جتنے اُمیدوار چاہیں ممبری کے لئے کھڑے ہوسکتے ہیں لیکن چُنے اُتنے ہی جاتے ہیں جتنی تعداد اُس حلقہ کے لئے

مقرّر ہوتی ہے۔

ممبروں کے چُننے کا کام خاص لیاقت کے لوگ کر سکتے ہیں۔ جن اُمیدواروں کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں وہی چُنے جاتے ہیں۔

جب سب حلقوں سے لوگ چُن جاتے ہیں تو چُنے ہوئے ممبر اور سرکاری نام زد ممبر مِل کر بورڈ کے چیرمین (صدر) اور وائس چیرمین کا چناؤ کرتے ہیں۔ پھر گاؤں کی صفائی، تندرستی، لڑکوں کی تعلیم کے انتظامات وغیرہ کاموں کے لئے الگ الگ کمیٹیاں بناتے ہیں۔ بورڈ اِن کمیٹیوں کے چیرمین چُنتا ہے۔

تم پوچھ سکتے ہو کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے پاس صفائی، تندرستی، سڑکوں اور تعلیم کے انتظامات کے لئے روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ اچھا سنو! ہم تمھیں بتاتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈوں کے لئے سرکار کسانوں سے لگان کے ساتھ قریب قریب ایک آنہ فی روپیہ وصول کرتی ہے۔ اس آمدنی کے علاوہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو بھی کئی طرح کے ٹیکس یا محصول لگانے کا حق ہے۔ وہ ندی کے پُل یا گھاٹ پر محصول لگا سکتے ہیں۔

سرکار سے بھی اُنھیں مدد ملتی ہے۔

شہروں کے میونسپل بورڈ کی طرح ڈسٹرکٹ بورڈ بھی مقامی سوراج ہے۔ اس کا انتظام رعایا کے چُنے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ ہاں انتظام کی دیکھ بھال سرکار ضرور کرتی ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر اگر سچّائی سے کام کریں تو وہ اپنے ضلع کی بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اس لئے لائق ہی کو چُن کر ڈسٹرکٹ بورڈ میں بھیجنا چاہیئے۔

مشق

۱۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کسے کہتے ہیں ؟

۲۔ اُس کا کام کیا ہے ؟

۳۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کا چناؤ کیسے ہوتا ہے ؟

۴۔ اُس کی آمدنی کیسے ہوتی ہے ؟

سبق (۲۶)

کبیر

تحقیقات　　برادری　　اتّفاق　　اُمّید

لڑکو! شاید تم نے کبیر کا نام سُنا ہو۔ ہندوستان میں اُن کا نام بہت ہی مشہور ہے۔ شہروں اور گاؤں کے مدرسوں میں پڑھنے والے لڑکوں کی زبان پر اُن کے بنائے ہوئے دوہے ہمیشہ رہتے ہیں لیکن ایسے آدمی بہت کم ہوں گے جو اس اچّھے اور پہنچے ہوئے فقیر کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہوں۔ یہ خدا کے بڑے ہی عبادت گذار تھے۔ یہ ہندو اور مسلمان دونوں کو برابر سمجھتے تھے۔ ان کے دل میں سب ہی آدمیوں کی محبت تھی۔ ان کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ اِن کی زندگی کا پورا پورا حال اب تک بہت کم لوگوں کو معلوم ہوسکا ہے کیونکہ اِنھوں نے فقیر ہونے کی وجہ سے کہیں پر اپنا حال نہیں لکھا۔

لوگوں نے اِن کے بارے میں جو تحقیقات کی ہے
اُس سے صرف اِتنا ہی پتہ چلا ہے کہ سوامی رامانند
کے زمانے میں ایک برہمن کی بیوہ لڑکی کے پیٹ سے
یہ پیدا ہوئے۔ اِن کی ماں نے برادری کے خوف سے
اِن کو بنارس میں نہر تارا کے پاس ڈال دیا تھا۔ اتفاق
سے ایک جولاہا جس کا نام نیرو تھا، اپنی بی بی کے ساتھ
گھر سے کسی گاؤں کو جا رہا تھا۔ سُنسان راستہ میں
روتے ہوئے بچّہ کی آواز سُن کر اِن دونوں کو بڑا
تعجب ہوا۔ جولاہا جس طرف سے بچّہ کے رونے کی
آواز آتی تھی اُسی طرف چل دیا۔ تھوڑی ہی دور جانے
پر کیا دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹا سا بچّہ ایک آم کے
پیڑ کے نیچے پڑا ہوا رو رہا ہے۔ جولاہے کے کوئی
بال بچّہ نہ تھا اور وہ بچّے کے لئے بہت دنوں
سے ترس رہا تھا اور اُس کی بی بی کی بھی یہی خواہش
تھی کہ میں اپنی گود میں بچّے کے کھلانے کا مزہ
لوں۔ خدا نے اُن کی اُمید پوری کی۔ جولاہے نے بچّے
گود میں اُٹھا لیا اور بڑی محبّت سے اُسے پالا پوسا۔
کبیر کی بچپن ہی سے یہ عادت تھی کہ وہ دنیا کی

باتوں کی جانب نہیں جھکتے تھے۔ وہ اکثر لڑکوں کی طرح بچپن کی باتوں اور لڑکوں کی طرح کھیل کود میں دل نہ لگاتے تھے۔ وہ کسی اکیلی جگہ پر جاکر گھنٹوں بیٹھے رہتے اور نہ معلوم دل میں کیا کیا سوچا کرتے تھے۔ کبیر گھنٹوں خدا کی یاد کیا کرتے تھے۔ ماں باپ کو اتنی سی عمر میں لڑکے کی یہ بات پسند نہ آئی اور اس عادت کو چھڑانے کے لئے بچپن ہی میں انھوں نے ان کی شادی کردی مگر ان کی یہ تدبیر کچھ کارگر نہ ہوئی اور کبیر کی عادتوں میں کچھ بھی فرق نہ پڑا۔ یہ خدا کے خیال میں اتنے مست رہتے تھے کہ ان کو نہ تو گھر کی ہی پروا تھی اور نہ اپنا ہی کچھ خیال تھا۔ بنارس کی گلیوں اور سڑکوں پر چکر لگایا کرتے تھے اور گنگا جی کے گھاٹوں پر گھنٹوں بیٹھ کر خدا کی یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ خدا کے خیال میں اتنا ڈوب گئے کہ ان کو کچھ پتہ نہ چلا کہ مجھے کہیں جانا بھی ہے یا نہیں۔ رات زیادہ ہوگئی۔ ان کو نیند آنے لگی۔ گنگا جی کا کنارہ تھا، گھاٹ ہی کی سیڑھیوں پر یہ اپنا سر رکھ کر سو گئے۔

اِن دنوں بنارس میں سوامی رامانند جی کا نام اُن کی عبادت کی وجہ سے بڑا مشہور ہوگیا تھا۔ وہ درحقیقت بہت پہنچے ہوئے فقیر تھے۔ وہ روز اندھیرے مُنھ اُٹھ کر گنگا نہانے جایا کرتے تھے۔ روز کی طرح وہ اُس دن بھی آئے۔ اُن کو کیا معلوم تھا کہ یہاں پر کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے۔ سیڑھیوں سے وہ اُتر رہے تھے کہ اُن کا پاؤں کبیر کے سینہ پر پڑا۔ کبیر نے آہ کی اور سوامی جی رام رام کہتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ کبیر کی آنکھیں کُھل گئیں اور اُن کے دل نے یہ گواہی دی کہ یہ جو سورج کے نکلنے کے پہلے نہانے آئے ہیں، کوئی بڑے فقیر ہیں۔ یہ سوچ کر وہ اُن کے ساتھ ہولئے۔ رامانند جی نے بھی کبیر کے چہرے سے سمجھ لیا کہ اِس کے دل میں بھی خدا کی محبت ہے اور کبیر کو اُٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور اپنے ساتھ مٹھ میں لاکر اِنھیں اپنا چیلا بنا لیا۔

کبیر نے سوامی جی سے خدا کے بارے میں کچھ باتیں تھوڑے زمانہ تک سیکھیں۔ اِس کے بعد وہ گلیوں اور سڑکوں پر لوگوں کو خدا کی محبت کے

بارے میں سمجھانے لگے مگر اُن کے سمجھانے کا طریقہ
آج کل کا سا نہ تھا۔ وہ اپنا تمام مطالب گیت گاکر
لوگوں کو سُناتے تھے۔ لوگ اُن کی باتوں کو سُن کر
فریفتہ ہوجاتے تھے اور اُن کی نصیحت کو خوب
مانتے تھے۔ اُن کے مذہب کی خاص بات خدا سے
محبت کرنا ہے۔

کبیر نے اپنی زندگی میں بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔
مگر وہ اپنے راستہ سے ذرا بھی نہ ہٹے۔ وہ اپنے
خیالات میں بڑے پکّے تھے۔ جو بات سوچ لیتے
تھے اُس سے کبھی بھی نہ ہٹتے تھے۔

کبیر کو روپئے پیسے کی لالچ نہ تھی۔ کبیر کے
مذہب سے زیادہ سیدھا سادا مذہب اور دوسرا نہیں
ہے۔ اِس میں پوجا پاٹھ۔ نماز وغیرہ کچھ بھی نہیں
ہے۔ یہ بڑے ہی نیک فقیر تھے اور طبیعت کے
بڑے پکّے تھے۔ ضلع بستی کے مگھر گاؤں میں اُن
کی موت ہوئی۔ اُن کو ہندو اور مسلمان دونوں
پیار کرتے تھے۔ کبیر نے سب سے پہلے دونوں
مذہبوں کو ایک بنانے کی کوشش کی اور دونوں

کو ملانے کی تدبیر کی۔ بنارس میں یہ جس مقام پر رہتے تھے وہ مقام چورا کے نام سے اب تک مشہور ہے۔

اُن کی نصیحت بہت سیدھی اور آسان ہوتی تھی۔ اُن کی کئی کتابیں مشہور ہیں۔ اُن میں سے "بیجک" نام کی کتاب بہت ہی مشہور رہی ہے۔

مشق

۱۔ کبیر کون تھے؟

۲۔ اُن کی عادت کیسی تھی اور اُن کے گرو کا کیا نام تھا؟

۳۔ اُن کی موت کہاں ہوئی؟

سبق (۲۷)

آلو اور اُس کی کھیتی

بڑھا۔ پڑوا۔ رواج۔ ولایت۔ یورپ۔ امریکہ

آج کل ہمارے ملک میں آلو کی ترکاری بہت پکائی جاتی ہے۔ اگرچہ ہمارے یہاں بہت طرح کی ترکاریاں تیار ہوتی ہیں اور کھائی بھی جاتی ہیں

لیکن جتنی پیداوار آلو کی ہے اُتنی اور کسی کی بھی نہیں۔ اس کا باعث یہ ہے کہ آلو ہر ایک موسم میں ہر جگہ اور ہر ایک کو آسانی سے ملتا ہے اور کبھی خراب نہیں ہوتا۔

پہلے ہمارے ملک میں آلو نہ تو پیدا ہوتا تھا اور نہ اس کی ترکاری کھائی جاتی تھی بلکہ کوئی آدمی اِس کا نام بھی نہ جانتا تھا۔ سب سے پہلے اِسے ریلے صاحب امریکہ سے ولایت لائے تھے۔ یہ امریکہ میں بہت پیدا ہوتا ہے۔ ولایت سے انگریز اِسے اپنے ساتھ یہاں لائے۔ پہلے لوگ اِسے پسند نہ کرتے تھے لیکن اب اِس کا اِتنا رواج ہوگیا ہے اور یہ اِتنا خرچ ہوتا ہے کہ اِتنا رواج اور خرچ کسی دوسری ترکاری کا نہیں ہے۔

آلو کئی طرح سے کھایا جاتا ہے۔ اِس کی ترکاری بنتی ہے۔ اِس کا اچار ڈالا جاتا ہے اور اِس سے پاپڑ اور بری بنائی جاتی ہے۔ آلو کو بھون کر یا اُبال کر بھی کھاتے ہیں۔ اِسے کچوڑی اور سموسوں میں بھی بھرتے ہیں۔ کھانے میں آلو

اچھا ہوتا ہے اور طاقت بھی پہنچاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں لوگ اِسے اناج کی طرح کھاتے ہیں اور جانوروں کو بھی کِھلاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں بھی اب اس کی کھیتی خوب ہونے لگی ہے۔ گوکہ آلو کئی طرح کا ہوتا ہے لیکن ہمارے یہاں ابھی صرف دو ہی طرح کا آلو پایا جاتا ہے۔ ایک کو دیسی آلو کہتے ہیں اور دوسرے کو پہاڑی۔ دیسی آلو کم چکنا اور کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔ اِس کا چھلکا پتلا اور نرم ہوتا ہے۔ یہ دو رنگ کا ہوتا ہے۔ لال رنگ اور سفید رنگ کا۔ لیکن اندر کا رنگ سبھی آلوؤں کا سفید ہوتا ہے۔ پہاڑی آلو پہاڑی جگہوں کی پتھریلی زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اِس کا چھلکا دیسی آلو کی بہ نسبت زیادہ چکنا اور سفید ہوتا ہے اور کچھ زیادہ موٹا اور کڑا بھی ہوتا ہے۔ پہاڑی آلو چھوٹا اور بڑا کئی طرح کا ہوتا ہے۔

جس طرح اروی اور شکرقند زمین کے اندر پیدا ہوتی ہے اِسی طرح آلو بھی زمین کے اندر ہوتا ہے۔ اِس کے بونے کے لئے کھیت ایسا ہونا چاہیے جو

کُھلا ہوا اور اونچا ہوادار ہو۔ اُس کی زمین بُھربُھری ہو اور نرم ہو۔ پرتی کی زمین اُس کے لئے سب سے اچھی زمین ہوتی ہے۔ اس کی زمین کو ٹھیک اُسی طرح تیار کرنا چاہیئے جس طرح گیہوں کے کھیت کی زمین تیار کی جاتی ہے۔ سایہ دار ٹھنڈی اور نچی زمین آلو کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔ آلو کے کھیت کو خوب جوت کر ایسا بنا دینا چاہیئے کہ اُس کی مٹّی خوب نرم ہو جائے۔ آلو بونے سے کم سے کم دو مہینے پہلے کھیت میں خوب کھاد ڈال کر اُسے زرخیز بنا لینا چاہیئے۔ اگر کھاد ڈالنے کے تھوڑے دن بعد آلو کے بیج بو دئے گئے تو وہ کھاد کی گرمی کی وجہ سے نہیں اُگتے اور اگر اُگتے بھی ہیں تو بہت کمزور رہتے ہیں۔

کھیت کو خوب جوت کر تیار کر لینے پر سینچائی کے لئے اس میں نالیاں اور برہے بنا لینا چاہیئے۔ برسات کے پیچھے کئی قطاروں میں کم سے کم پانچ یا چھ انچ کی دوری پر آلو کے بیج بو دینا چاہیئے اور اُن پر چار یا پانچ انگل مٹّی چڑھا دینی چاہیئے۔ اِس بات کا ہمیشہ خیال رہے کہ قطاریں ایک دوسرے

سے کم سے کم ڈیڑھ یا دو فٹ کے فاصلہ پر رہیں۔ بیج بونے کے پندرہ یا بیس دن کے بعد پودے اُگ آتے ہیں۔

جب آلو کے پودے اچھی طرح سے جم آئیں تو اُنھیں پانی دینا چاہئے۔ اِس کے پہلے کھیت کو نہ سینچنا چاہیئے۔ اِس کے بعد ضرورت کے مطابق پودوں کو سینچتے رہنا اور اُن پر مٹّی چڑھاتے رہنا چاہئے۔ جب پودوں کے پتّے سوکھ جائیں تب سمجھ لینا چاہئے کہ زمین کے اندر پودوں کی جڑوں میں آلو تیار ہوگئے۔ پتّے سوکھنے کے دو یا ڈھائی ہفتہ بعد پودوں کو کھود کر آلو نکال لینا چاہئے۔

دیسی آلو کی کھیتی بھی اِسی طرح کی جاتی ہے۔ پہاڑی آلو کے لئے زمین ویسی نہیں ہوتی جیسی دیسی آلوؤں کے لئے۔ اور پہاڑی جگھوں میں زمین ویسی ہوتی ہی نہیں۔ زمین کو چھوڑ کر باقی اور سب باتیں ویسی ہی رہتی ہیں اور پہاڑی آلوؤں کی بھی کھیتی قریب قریب دیسی آلوؤں کی طرح کی جاتی ہے۔

آلو کے پتّوں اور پودوں کی کھاد بھی بنائی

جاتی ہے اور وہ کھیت کے لئے مفید بھی ہوتی ہے۔

مشق

۱۔ ہمارے یہاں آلو کے طرح کا ہوتا ہے اور اُن میں کیا فرق ہے؟
۲۔ آلو کو ہم کیسے کھاتے ہیں؟
۳۔ آلو کی کھیتی کس طرح کی جاتی ہے؟
۴۔ آلو کے لئے کس طرح کی زمین ہوتی ہے؟
۵۔ آلو ہمارے یہاں کہاں سے اور کیسے آیا؟

سبق (۲۸)

ہمارا ملک

انتظام آسان حاکم گورنر تابع جماعت

مولوی صاحب۔ لڑکو! تم میں سے کون بتلا سکتا ہے کہ جس ملک میں ہم رہتے ہیں اُس کا کیا نام ہے اور اُس کا انتظام کون کرتا ہے؟

رحیم۔ مولوی صاحب! جس ملک میں ہم رہتے

ہیں اُس کے تین نام ہیں۔ ہندوستان، بھارت ماتا، اور مادرِ ہند۔ جس طرح میرے دو نام ہیں۔ رحیم اور للّو۔ میں یہ نہیں جانتا کہ ہمارے ملک کا انتظام کون کرتا ہے؟

مولوی صاحب۔ اچّھا یہ تو ہم تم کو آج بتلادینگے لیکن تم یہ تو بتلاؤ کہ تمھارے گھر کا انتظام کون کرتا ہے؟

رحیم۔ مولوی صاحب یہ میں بتا سکتا ہوں۔ ہمارے گھر کا انتظام ہمارے ماں باپ کرتے ہیں۔ اور بڑے بھائی بھی اُن کا ساتھ دیتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ ٹھیک رحیم۔ تم نے صحیح کہا۔ اچّھا تمھارے گاؤں کا انتظام کون کرتا ہے؟

رحیم۔ مولوی صاحب۔ ہمارے گاؤں کا انتظام زمیندار کرتا ہے۔

مولوی صاحب۔ رحیم! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا دیکھو جس طرح گاؤں کا انتظام زمیندار کرتا ہے اُسی طرح ہمارے ملک کا انتظام بادشاہ کرتا ہے۔ دیکھو ملک بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس میں تمھارے گاؤں کی طرح

کروڑوں گاؤں ہیں۔ اِتنے گاؤں کی دیکھ بھال کرنا آسان نہیں ہے۔ تم اپنے مدرسے میں دیکھو۔ تمھاری طرح یہاں کتنے لڑکے ہیں اور وہ کتنے درجوں میں پڑھتے ہیں۔ سب درجوں کے سب لڑکوں کو ایک ہی مولوی ایک ساتھ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ اِسی لئے ہر ایک درجہ کے لئے الگ الگ مولوی ہیں اور اُن سب کے اوپر ایک ہیڈ مولوی ہوتا ہے۔ اِس طرح سے تمھارے مدرسہ کا انتظام کئی حصّوں میں بٹا ہوا ہے اور اُسے کئی مولوی مل کر کس خوبی کے ساتھ کرتے ہیں۔ بس اِسی طرح ہمارے ملک کا بھی انتظام ہوتا ہے۔

رحیم۔ تو کیا ہمارے ملک کا انتظام بہت سے آدمی مِل کر کرتے ہیں؟

مولوی صاحب۔ ہاں سنو! بتاتے تو ہیں۔ دیکھو تمھارے گاؤں کی طرح بہت سے گاؤں کو ملا کر ایک تحصیل ہوتی ہے۔ وہاں ایک تحصیلدار رہتا ہے۔ وہی سب گاؤں کا بندوبست کرتا ہے۔ اِسی طرح کئی تحصیلوں کو ملا کر ایک ضلع

بنایا جاتا ہے جہاں ایک کلکٹر رہتا ہے۔ وہ اِن سب تحصیلوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ تم یہ جانتے ہو کہ تمھارا گاؤں اکبرپور تحصیل اور ضلع کانپور میں ہے۔

لطیف۔ جی ہاں! یہ تو ہم جانتے ہیں اور تحصیلدار اور کلکٹر کے بارے میں بھی ہم نے سُنا ہے۔

مولوی صاحب۔ اچھا اب آگے سُنو! کئی ضلعوں کا انتظام ایک کمشنر کرتا ہے اور اِس طرح کئی کمشنریوں کا انتظام ایک گورنر کرتا ہے۔ گورنر کئی کمشنریوں سے بنے ہوئے ایک صوبے کا مالک ہے۔ یہ ہمارے بادشاہ کی طرف سے صوبہ کا انتظام کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ تمھارا صوبہ جسے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کہتے ہیں، ایک گورنر کے سپرد ہے جنھیں ہم لاٹ صاحب بھی کہتے ہیں۔ اب ہمارا ملک اس طرح کے کئی صوبوں میں بٹا ہوا ہے اور ہر ایک صوبہ کا انتظام وہاں کا گورنر کرتا ہے۔ ہمارے بادشاہ

کی طرف سے کل ملک کی دیکھ بھال کے لئے ایک سب سے بڑا حاکم رکھا گیا ہے جسے گورنر جنرل یا وائسرائے کہتے ہیں۔ یہی ہمارے ملک کا سب سے بڑا حاکم ہے۔ جس طرح تمھارے اس گاؤں میں زمیندار کا ایک کارندہ رہتا ہے اُسی طرح وائسرائے بھی ہمارے بادشاہ جارج پنجم کی طرف سے ہمارے ملک میں رہتے ہیں اور اُس کا انتظام کرتے ہیں۔ ہمارے گورنر تو الہ آباد میں اور ہمارے وائسرائے دلّی میں رہتے ہیں۔ ہاں گرمی کے دنوں میں یہ لوگ نینی تال، شملہ اور منصوری وغیرہ پہاڑی پر ٹھنڈی جگہوں میں رہتے ہیں۔ ہمارے گورنر اور وائسرائے دونوں انتظام کرنے میں ہمارے اُن آدمیوں سے مدد اور رائے لیتے ہیں جنھیں ہم چُن کر اُن کے پاس بھیجتے ہیں۔ ہمارے چُنے ہوئے بڑے آدمیوں کی دو جماعتیں اُن کی مدد کرتی ہیں۔

لڑکے۔ مولوی صاحب! اب ہم اپنے ملک کے انتظام کے بارے میں سمجھ گئے۔

مشق

۱۔ گورنر کسے کہتے ہیں۔ والسرائے اور گورنر میں کیا فرق ہے؟
۲۔ ہمارے ملک کا انتظام کیسے ہوتا ہے؟
۳۔ کلکٹر اور تحصیلدار کسے کہتے ہیں؟
۴۔ ہمارا بادشاہ کون ہے اور وہ ہمارے ملک کی دیکھ بھال کیسے کرتا ہے؟

سبق (۲۹)

کھاد

مطابق پرتی مفید۔ پت جھڑ اعلیٰ درجہ

تم نے اپنے گھروں میں یہ سُنا ہی ہوگا کہ کھیتوں کے لئے کھاد کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح کھیتی کا کام بغیر زمین اور ہل بیل کے نہیں چل سکتا اُسی طرح بغیر کھاد کے بھی کھیتی کا کام نہیں چل سکتا۔ کھیتوں میں جب تک اچھی کھاد نہ ڈالی جائے تب تک اُس میں اچھی پیداوار نہیں ہو سکتی۔ کھاد سے زمین کو طاقت پہنچتی ہے اور اُس

کی پیداوار بڑھتی ہے۔ بغیر کھاد ڈالے کھیتوں کی زمین کمزور رہتی ہے اور وہ بیجوں کو اچھی طرح اُگا نہیں سکتی۔ اِسی لئے کھیتوں کو کھاد سے زوردار بنانا کسان کا خاص کام ہے۔

کھیت اور کھیت میں بوئی جانے والی چیزوں کے موافق کھاد تیار کرکے کھیتوں میں ڈالنی چاہیے۔ کھاد کئی طرح کی ہوتی ہے۔ کوئی کھاد پتّوں کو سڑاکر تیار کی جاتی ہے اور کوئی گوبر یا ایسی ہی چیزوں سے بنائی جاتی ہے اور کوئی جانوروں کی ہڈیوں وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔ کھاد کے لئے اس بات کا پورا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ کھاد ایسی ہو جو آسانی سے ہر جگہ تیار ہو سکے اور جیسے غریب سے غریب کسان بنا سکے۔

پہلے لوگ کھیت میں ایک بار فصل پیدا کرکے اُسے چھوڑ دیا کرتے تھے اور کم سے کم سال بھر کے بعد اُس میں دوسری فصل بوتے تھے۔ سال بھر تک کھیت کی زمین پڑی رہتی تھی۔ جس سے اُسے آرام ملتا تھا اور وہ اپنی

طاقت جو فصل کے پیدا کرنے میں خرچ ہو چکی تھی پھر سے حاصل کر لیتی تھی اور دوسری فصل کے لئے وہ تیار ہو جاتی تھی۔ پرتی پڑے ہوئے کھیتوں میں کسان لوگ اپنے جانوروں کو وہاں کی گھاس چرانے کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان جانوروں کے گوبر وغیرہ سے کھیت کو یوں ہی کافی کھاد مل جاتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ جو گھاس بچ رہتی تھی وہ بھی سڑ گل کر کھاد کا کام کرتی تھی۔ اب یہ بات بہت کم ہو گئی ہے۔ لوگ کھیتوں کو پرتی چھوڑنا تو دور۔ سال میں کئی بار جوتتے بوتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ بہت ضروری ہے کہ کھیت کو کافی اور اچھی کھاد سے زوردار بنایا جائے۔

یہ سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ گوبر کی کھاد سب کھادوں سے اچھی ہوتی ہے۔ اِسے قریب قریب سب ہی کسان آسانی سے تیار کر سکتے ہیں۔ گوبر میں کھاد کی سب ہی ضروری چیزیں موجود ہیں۔ اور گوبر ہر ایک کسان کے یہاں کافی رہتا ہے لیکن کسان غلطی سے اپنے

گوبر کے بہت بڑے حصّہ سے کنڈے تیار کرتے ہیں جو جلانے کے کام میں آتے ہیں۔ یہ اُن کی سخت غلطی ہے۔ اُنھیں پہلے گوبر سے اپنے کھیتوں کے لئے کافی کھاد تیار کر لینی چاہیئے پھر بچے ہوئے گوبر کو کنڈے وغیرہ کے کام میں لانا چاہیئے۔

گوبر کی کھاد کا تیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ گاؤں کے باہر کھیت کے پاس ایک بڑا گڑھا کھود کر گوبر جمع کرتے جانا چاہیئے اور وہ خود آپ ہی آپ سڑتا گلتا رہے گا۔ اور تھوڑے دنوں میں اُس سے کھاد تیار ہوجائے گی۔ اگر اُسی کے ساتھ چکنی پیلی مٹّی اور راکھ بھی ملا دی جائے یا کوڑا کرکٹ بھی اُسی میں ڈال دیا جائے تو کھاد اور بھی اچھی ہوجائیگی۔ کھاد کے تیار کرنے کا یہ طریقہ اچھا اور آسان ہے۔ اس میں خرچ بھی کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کسانوں کو اس طریقہ سے اپنے کھیتوں کے لئے ہر سال کافی کھاد تیار

کر لینی چاہیئے۔

گوبر کی کھاد کے علاوہ اور بھی کئی طرح کی ایسی کھادیں ہیں جو کم خرچ اور آسانی سے تیار کی جاسکتی ہیں۔ پتّیوں کی کھاد کو لیجئے۔ اس کھاد کو ہری کھاد کہتے ہیں اور یہ کھاد بھی کھیتوں کے لئے بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔ اِس کھاد کے لئے ایسے پیڑوں کی پتّیاں وغیرہ لینی چاہیئے جو جلد اُگنے والی اور جلد سڑ گل جانے والی ہوں۔ زیادہ تر ایسے پیڑ لینے چاہیئے جو چھیمی دار ہوا کرتے ہیں کیونکہ چھیمی دار پودے ہوا سے اپنی پتّیوں کے ذریعے سے نائیٹروجن کھینچ کر اپنی جڑوں سے زمین تک میں پہنچا دیتے ہیں۔ نائیٹروجن پودے کی اصلی خوراک ہے اور اِسی سے پودے کو زندگی ملتی ہے۔ اگر کھیتوں میں ایسے پودے بوئے جائیں تو کھیت کی طاقت اِن سے کم نہ ہوکر کافی بڑھ جائے گی۔ اگر اِنھیں پودوں کو کھیت میں چھوڑ دیا جائے اور وہ وہیں سڑتے گلتے رہیں تب تو کھیت کی پیداوار کی

قوت اور بھی زیادہ بڑھ جائے گی۔ کیونکہ یہ
پودے ہوا سے نائیٹروجن کھینچ کر اپنی جڑوں کے
ذریعہ سے زمین میں پہنچا دیتے ہیں۔ پھر اُن کی
سڑی گلی پتیوں سے زمین کو اور بھی دوسری ایسی
چیز دے دیتے ہیں جو پیداوار کے لئے بہت
ہی مفید ہوتی ہے۔

سن یا سنئی اس کام کے لئے سب سے
اچھی ثابت ہوئی ہے۔ اِس کے پودے بہت جلد
جمتے پنپتے ہیں اور کاٹ دئے جانے پر جلدی
سڑکر زمین میں مل جاتے ہیں۔ اس لئے جس
وقت پہلا پانی برسے اُسی وقت اُس کے بیجوں
کو خوب گھنے طور سے کھیت میں بو دینا چاہیئے۔
پھر دیسی ہل سے ایک ہلکی سی جوتائی کردینی چاہیئے۔
اگر زمین اُفتادہ ہے تو جوتائی کے بعد اُس پر
ہلکا پٹیلا بھی چلا دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے میں یہ
خیال رہے کہ بیج نہ تو گہرائی میں رہیں اور
نہ زیادہ دب ہی جائیں۔ بیج بونے کے بعد
پینتالیس یا پچپن دن میں کھیت پر پاٹا یا سُہاگا

چلا دینا چاہیئے جس سے سَن کے سب پودے زمین پر بچھ جائیں۔ اِس کے بعد زمین کو ہل سے خوب جوت دینا چاہیئے۔ جوتنے سے مطلب یہ ہے کہ سَن کے پودے مٹّی کے نیچے دب جائیں۔

یہ سب ہو چکنے پر کھیت کو ایک یا ڈیڑھ مہینے کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ پھر اُس کی معمولی جوتائی کر کے اُسے ربیع کی فصل کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔

اس طرح کی کھاد کے علاوہ کوڑے کرکٹ کی بھی کھاد اچھی ہوتی ہے۔ گھاس، پھوس، کوڑا کرکٹ اور راکھ وغیرہ کو ایک گڑھے میں ڈال کر سڑا لیتے ہیں اور پھر اُسی کو کھاد کے کام میں لاتے ہیں۔ یہ کھاد بھی بڑی آسانی اور کم خرچ میں تیار ہو جاتی ہے۔ اگر لوگ پت جھڑ کے موسم میں ذرا سی تکلیف اُٹھائیں تو اچھی کھاد تیار کر سکتے ہیں۔ اِس موسم میں پیڑوں سے پتّے سوکھ کر گرتے ہیں۔ اِن پتّوں کو

اکٹھا کرکے ایک گڑھے میں سڑا لیا جائے اور اُسی کے ساتھ گوبر وغیرہ بھی تھوڑا سا ڈال دیا جائے تو اچھی کھاد تیار ہو سکتی ہے۔ کھاد کے لئے جو گڑھا کھودا جائے وہ کم سے کم چار یا پانچ گز لمبا۔ ڈھائی یا تین گز چوڑا اور تین یا چار گز گہرا ہو اور نیچے کی طرف اوپر کی بہ نسبت کم چوڑا اور ڈھالو رہے۔

گڑھے میں کھاد کے لئے جو چیزیں چھوڑی جائیں وہ پھیلا کر ڈالی جائیں۔ اگر گڑھے میں پہلے گھاس پھوس کا ایک معمولی چھپر ڈال دیا جائے تو اچھا ہے۔ جب گڑھا بھر جائے تب اُسے قریب ایک فٹ اونچی مٹی سے ڈھانک دیا جائے۔

مرے ہوئے جانوروں کی ہڈیوں سے بھی بڑی عمدہ کھاد بن سکتی ہے۔ دوسرے ملک والے ہڈیوں کی کھاد بنا کر اپنے کھیتوں میں ڈالا کرتے ہیں اور اِس سے اُن کے کھیتوں کی پیداوار کئی گُنا بڑھ جاتی ہے۔ اگر ہمارے ملک کے لوگ بھی مرے ہوئے

جانوروں کی ہڈیوں سے کھاد بنا کر کام میں لائیں تو بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہڈیوں سے کھاد کا تیار کرنا آسان نہیں ہے۔ اس میں خرچ بھی زیادہ پڑتا ہے اور وقت بھی زیادہ لگتا ہے۔

جو لوگ کافی مالدار ہیں وہ اگر چاہیں تو ہڈیوں کی کھاد تیار کرا سکتے ہیں۔ اس کھاد کے تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک گڑھا دو گز لمبا دو گز چوڑا اور دو گز گہرا کھدوانا چاہیئے۔ اِس گڑھے کو اندر سے لپوا دینا چاہیئے۔ اب پہلے اِس گڑھے میں ارہر کی پتّی یا ارہر کے پیڑوں کی راکھ آٹھ یا دس اُنگل کی اونچائی تک ڈال دی جائے۔ اُس کے اوپر ہڈیوں کے ٹکڑوں کی تہ آٹھ یا دس انگل کی اونچی لگا دی جائے اور پھر اُس پر پہلے کی طرح راکھ یا پتّیاں پھیلا کر ہڈّیاں بچھائی جائیں۔ اس طرح کرتے کرتے جب گڑھا بھر جائے تب اُس میں بڑے بڑے کھونٹے چھید کرنے کے لئے

گاڑ دئے جائیں۔ اور انھیں کھونٹوں کے چھیدوں سے جانوروں کا پیشاب اکٹھا کر کے قریب چار ماہ تک ڈالا جائے۔ اس کے بعد گڈھے کے اوپر مٹی ڈالکر اسے خوب ڈھک دینا چاہئے۔ چار یا پانچ مہینے میں ساری ہڈیاں گل کر راکھ ہو جائیں گی۔ یہی راکھ اعلیٰ درجہ کی کھاد ہو گی۔

گیہوں وغیرہ کے کھیتوں کو اس کھاد سے بہت ہی زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کی پیداوار کئی گنی بڑھ جاتی ہے۔

یہ کھاد جس کھیت میں ایک سال چھوڑ دی جائے گی اس کھیت کی طاقت کئی سال تک اچھی رہے گی۔ اور اس میں پیداوار بھی اچھی ہوتی رہے گی۔

ان طریقوں کے علاوہ اور بھی کئی طریقوں سے کھاد تیار کی جاتی ہے۔ لیکن وہ طریقے ایسے ہیں کہ ان میں خرچ زیادہ پڑتا ہے اور کسانوں کو آسانی بھی نہیں ہو سکتی۔ یورپ اور امریکہ میں طبعی قاعدوں سے کئی طرح کی کھاد تیار کی جاتی

ہے۔ لیکن ہمارے یہاں ابھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ابھی ہم اُن کا ذکر نہیں کرتے۔ سرکار کی طرف سے کئی جگہوں میں کھیتی کے فارمس کھولے گئے ہیں جن میں نئے طریقوں سے کھیتی کرنا سکھایا جاتا ہے۔ زمینداروں اور اچھے کسانوں کو چاہیئے کہ وہ وہاں جاکر اُن طریقوں کو سیکھیں اور جانیں۔

مشق

۱۔ کھاد سے کیا فائدہ ہے؟
۲۔ کھاد کتنے طرح سے تیّار کی جاتی ہے؟
۳۔ کون سی کھاد آسانی سے کم خرچ میں تیّار ہوتی ہے؟
۴۔ پتّیوں یا گھاس پھوس سے کھاد کیسے تیّار کی جاتی ہے؟
۵۔ سن سے کھیتوں کو کیسے فائدہ پہنچتا ہے؟
۶۔ تمھارے گاؤں میں کھاد کیسے تیّار کی جاتی ہے؟

سبق (۳۰)

رسید

خانہ پری   طریقوں   منشا   اقرار

ایک دن رام منوہر نے اپنے ماسٹر سے پوچھا کہ ماسٹر صاحب رسید سے کیا مطلب ہے۔ آج میرے باپ نے مجھ سے رسید لکھنے کو کہا تھا اور مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ تھا۔ اسی لئے میں نے اپنے باپ سے کہہ دیا تھا کہ میں آج اپنے ماسٹر صاحب سے رسید کا لکھنا سیکھ آؤں گا تب آپ کی رسید لکھ دوں گا۔ آپ مہربانی کر کے مجھے رسید لکھنا بتا دیجئے۔

ماسٹر صاحب نے کہا۔ "اچھا ٹھہرو میں بتاتا ہوں۔ اب اُنھوں نے درجہ کے سب لڑکوں کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ آج لڑکو! تم لوگ بھی رام منوہر کے ساتھ ساتھ رسید کے بارے میں ضروری باتیں جان لو۔

رام منوہر نے آج یہ بات اچھی پوچھی ہے۔

اِس کا بھی جاننا تمھارے لئے ضروری ہے۔ قریب قریب ہر ایک آدمی کو رسید لکھنے یا لکھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب کبھی دو آدمیوں کے بیچ میں روپیہ پیسہ یا اور چیزوں کا لین دین ہوتا ہے تب رسید لکھی یا لکھائی جاتی ہے۔

رسید کے معنی پہنچنا یا ملنا ہے۔ اس لئے اس کاغذ کو جسے کوئی آدمی اُس چیز کے پانے یا ملنے کی بابت لکھتا ہے جو اُسے کسی دوسرے آدمی نے دی یا بھیجی ہے، اُسے رسید کہتے ہیں۔ رسید کئی طریقوں سے لکھی جاتی ہے۔ لیکن اُس میں جو خاص بات لکھنے کی رہتی ہے وہ پانے یا ملنے کی نسبت رہتی ہے۔ اور باتیں لوگ اپنے کام کے مطابق بڑھا گھٹا کر لکھتے لکھاتے ہیں۔

رسید کے لکھنے کا منشا یہی ہوتا ہے کہ وہ آدمی جسے کوئی چیز دے کر اُس کے پانے کی اُس سے رسید لکھوا لی گئی اُس چیز کے ملنے سے انکار نہ کر سکے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اُس کے سامنے اُس کی لکھی ہوئی رسید جس میں اُس نے اُس چیز کے پانے کا اقرار کیا ہے رکھی جا سکے اور یہ ثابت کیا جا سکے کہ اُسے

وہ چیز مل چکی ہے۔ وہ اب جھوٹ بولتا ہے۔

عام طور سے رسیدیں روپیوں کے لین دین میں مکان کے کرائے کی بابت اور لگان وغیرہ کے دینے لینے میں لکھی جایا کرتی ہیں۔ تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ ضروری وہی رسیدیں ہیں۔ جو لگان کے لینے دینے کی بابت لکھی جاتی ہیں۔ کبھی کبھی جب کسان لوگ سیٹھ ساہوکاروں سے روپئے پیسے کا لین دین کرتے ہیں تب بھی رسید لینے یا دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے تمھیں کم سے کم اِن دو طریقوں کی رسیدوں کے بارے میں تو ضرور کچھ نہ کچھ جان لینا چاہیئے۔ جو رسید زمیندار اپنے لگان کے پا چکنے پر لگان دینے والے کاشتکار کو دیتا ہے اُس میں کاشتکار کا نام لگان کی تعداد لکھتا ہے اور روپئے لانے والے کا نام اس فصل کا نام جس کا لگان دیا گیا ہے اور روپئے پانے کی تاریخ اور زمیندار کے دستخط بھی رہتے ہیں۔ یہ یا تو زمیندار لوگ خود لکھتے ہیں یا چھپوا کر رکھ لیتے ہیں۔ اور اُس کی خانہ پُری کر کے اپنے دستخط کے ساتھ دے دیا کرتے ہیں۔

(نمونہ رسید)

منکہ ٹھاکر دیش راج سنگھ زمیندار موضع بلنتھری پرگنہ کماسن ضلع باندہ کا ہوں جو کہ میں نے مبلغ سترہ/ روپئے بابت لگان کھیت نمبری ۸۷ و ۸۸ فصل خریف ۱۹۲۹ء میں چنگو ولد کامتا مالی سے آج بتاریخ ۱۳/ دسمبر ۱۹۲۹ء کو وصول پایا۔ فقط۔

دستخط ٹھاکر دیش راج سنگھ　　　۳-۱۲-۲۹
نمبردار کماسن ضلع باندہ

جب کسی مہاجن سے روپیوں کا لین دین ہوتا ہے تب عام طور سے رسید اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ اگر رقم بیس سے زیادہ کی ہوتی ہے تو اس پر ایک آنہ کا ٹکٹ لگایا جاتا ہے۔

(نمونہ)

منکہ ہنومان پرشاد عرف منّی مہاجن قصبہ کشن پور ضلع فتحپور کا ہوں۔ آج تاریخ ۱۷/ اپریل ۱۹۳۰ء کو بابو جھبّو لال اگروال قصبہ مذکور سے میں نے مبلغ تین سو پینتالیس روپئے بابت قیمت سونے کے وصول پائے

اور حساب چکتا کیا۔ فقط۔

عرف منّی	ٹکٹ ایک آنہ ہنومان پرشاد	دستخط

کشن پور ضلع فتحپور تاریخ ۱۷ اپریل سنہ ۳۱ء

اسی طرح قرض کے روپئے کی اور مکان وغیرہ کے کرایہ پانے کے روپئے کی رسیدیں لکھی جاتی ہیں۔ کہو رام منوہر اب تمھیں رسید کے بارے میں ضروری باتیں معلوم تو ہوگئی ہوں گی"۔ رام منوہر اور دوسرے لڑکوں نے جواب دیا۔ "ہاں ماسٹر صاحب! اب ہم لوگوں کو رسید کا سب حال جو ہمارے لئے ضروری ہے معلوم ہو گیا"۔

مشق

۱۔ رسید کسے کہتے ہیں ؟
۲۔ رسید کیوں لکھی جاتی ہے ؟
۳۔ تم بھی ایک رسید لکھو۔

سبق (۳۱)

اسکاوٹنگ (طلیعہ)

کمال کرنا - قواعد - دنگ رہ گئے - ہمّت - تعجّب

آج کل ہمارے ملک میں چاروں طرف طلیعہ کا رواج ہے۔ تم لوگوں میں سے شاید کچھ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ یہ طلیعہ کیا ہے۔ یہ کب اور کس لئے کھولی گئی ہے۔ اس لئے آج تھوڑے سے لفظوں میں اس کا حال ہم تمھیں سناتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ کام انگلینڈ میں شروع ہوا تھا۔ وہاں کے سر رابرٹ بیڈن پاول صاحب نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ اُنھوں نے دکھن، افریقہ میں ۱۹۰۰ء کی لڑائی کے وقت یہ دیکھا کہ لڑکوں کو بھی اگر اچھی تعلیم دی جائے تو وہ بھی کمال کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ انگریزوں کے دشمنوں نے دکھن افریقہ کے مفکنگ نامی شہر اور قلعے کو گھیر لیا۔ شہر کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کی تعداد روز کم ہوتی چلی جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر سر بیڈن پاول نے جو اُس وقت

وہاں کی فوج کے لفٹنٹ تھے۔ شہر کے بہت سے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور انھیں قواعد کی تعلیم دینی شروع کی۔ بڑے شوق سے لڑکوں نے فوجی وردی پہن کر سپاہیوں کا کام کیا۔ سپاہیوں کا کام تو انھوں نے کیا کیا بلکہ سپاہیوں کو بڑی مدد پہنچائی وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چٹھیاں لے جاتے اور خبریں پہنچاتے تھے۔ کبھی کبھی سپاہیوں کی طرح پہرہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ لڑائی جاری رہتی تھی اور گولے برستے رہتے تھے مگر وہ لڑکے بغیر ڈر کے اپنے کام میں برابر لگے رہتے تھے۔ لفٹنٹ صاحب لڑکوں کے کاموں اور اُن کی ہمّت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس لئے انھوں نے سوچا کہ اگر پہلے ہی سے لڑکوں کا ایک ایسا گروہ بنایا جائے تو ایسے موقع کے آنے پر ملک کا کام بڑا اچھا ہوسکتا ہے۔ بس انگلینڈ میں آکر انھوں نے جھٹ بوائے اسکاوُٹ نام کی ایک جماعت کھولی۔ اِسی کو ہندوستان میں طلیعہ یا اسکاوُٹ کہتے ہیں۔

اِس میں پہلے تیرہ سے اُنیس برس تک کے لڑکے بھرتی کئے جاتے تھے۔ لیکن انھوں نے جب اپنے تجربہ سے یہ دیکھ لیا کہ چھوٹے چھوٹے لڑکوں نے بھی

بڑے بڑے تعجّب کے کام کر دکھائے ہیں تب سات
سے بارہ برس تک کے لڑکوں کو بھی اُنھوں نے بھرتی
کرنا شروع کر دیا۔ اِن لڑکوں کو کبس کہتے ہیں۔ کبس کا
مطلب ہے کہ شیر کے بچّے۔ اس جماعت میں ۱۸ یا ۱۹ برس
سے زیادہ عمر والے جوان بھی بھرتی کئے جاتے ہیں۔
اُن کو سینیر اسکاوٹ یا اونچے درجے کے طلیعہ کہتے ہیں۔
طلیعہ فوج کئی حصّوں میں بانٹ دی جاتی ہے۔
ہر ایک حصّہ ٹروپ کہلاتا ہے۔ ٹروپ کے معنی فوج
ہے۔ ہر ایک ٹروپ میں کئی پیٹرول یعنی گروہ ہوتے
ہیں۔ ہر ایک گروہ یا جُھنڈ میں اکثر ۶ سے لیکر ۹ طلیعہ
رہتے ہیں۔ ہر ایک جُھنڈ کا نام الگ الگ ہوتا ہے
انگلینڈ میں اکثر کسی جانور کے نام پر پیٹرول کا نام
رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک جُھنڈ کا ایک مُکھیا ہوتا ہے۔
جسے پیٹرول لیڈر یا فوج کا مالک کہتے ہیں۔ جب
کبھی مُکھیا کو اپنے گروہ سے سپاہیوں کو بلانے کی
ضرورت پڑتی ہے تب وہ اُسی جانور کی بولی بولتا
ہے جس جانور کے نام سے اُس کا پیٹرول مشہور
ہوتا ہے۔

یہ جماعت صرف کھیل تماشے کے لئے نہیں کھولی گئی بلکہ ملک میں کام کرنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ ہاں دل بہلاؤ کے لئے اس میں کھیل کود بھی ہوتا ہے اور قواعد اور ضرورت کی ایسی ایسی دوسری باتیں بھی سکھلائی جاتی ہیں۔ بچّوں کی یہ عمر بڑی ہی نازک ہوتی ہے۔ اگر اِس وقت لڑکوں کو اچھّی اچھّی باتیں نہ سکھلائی جائیں تو اُن کے خراب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور اگر اِس عمر میں اُن کو اچھّی اچھّی باتیں سکھلائی جائیں اور وہ اُن کو سیکھ لیں تو اُن کے برابر اچھّے لڑکے کہیں پر بھی نہ نکلیں۔ اسکاؤٹنگ میں اسی سے سب سے پہلے اچھّی عادتوں کے ڈالنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اُنھیں سچّائی سے محبّت کرنا اور ہر وقت سب کی مدد کرنا سکھایا جاتا ہے۔ اُنھیں سمجھایا جاتا ہے کہ اُن کی طرز معاشرت بالکل سادی ہونی چاہیئے۔ اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمھارا کام غریب لاچار اور عورتوں کی مدد کرنا ہے اور تمھارا فرض اپنے مُکھیا اور اپنے مالک کا حکم ماننا ہے۔ اِس جماعت میں ایسے ڈھنگ سے لڑکوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ لڑکوں کا جی کبھی نہیں

گھبراتا۔ کھیل کود کے ساتھ ہی ساتھ وہ ہر طرح کی اچھی اور ضروری باتیں سیکھ لیتے ہیں۔

اُن کے کھیل اکثر ہمّت، بہادری اور ہوشیاری کے ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکوں میں یہ باتیں آپ ہی آپ آجاتی ہیں۔ اُنھیں اور بھی بہت سی کام کی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ جیسے بیماروں کی مدد کرنا۔ پانی میں ڈوبتے اور آگ میں جلتے ہوئے آدمیوں کو بچانا وغیرہ۔ جب کوئی لڑکا اسکاؤٹ بنتا ہے تب اُن سب طلیعوں کے سامنے جو بڑی خوشی کے ساتھ اُس وقت اکٹھا ہوتے ہیں، اُسے کہنا پڑتا ہے کہ میں باقاعدہ اقرار کرتا ہوں کہ

(۱) خدا، شاہنشاہ اور اپنے وطن کے ساتھ ہمیشہ اپنے فرض کو ادا کروں گا۔

(۲) دوسروں کی خدمت کرتا رہوں گا۔

(۳) اسکاؤٹ کا جو فرض ہے اُسے پورا کروں گا۔

اِس کے علاوہ طلیعوں کے جو دس اور قواعد ہیں اُن کو بھی اُسے ماننا پڑتا ہے۔ ایسے وعدوں کے کر چکنے پر وہ سچّا طلیعہ یا اسکاؤٹ سمجھا جاتا ہے۔

طلبعہ کو پہننے کے لئے کچھ خاص طرح کے کپڑے دئے جاتے ہیں۔ ایک تو نیکر رہتا ہے جسے جانگھیا کہہ سکتے ہیں اور ایک خاکی قمیص رہتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سر پر ہرے رنگ کی ایک پگڑی پیروں میں موزے اور جوتے۔ گلے میں ایک رومال رہتا ہے۔ نیکر کے باندھنے کے لئے ایک پیٹی بھی رہتی ہے۔ ہاتھ میں ایک لاٹھی کندھے پر ایک سوت کی ڈوری اور ایک چاقو اور کچھ ضروری چیزیں اُس کے کام کے لئے دی جاتی ہیں۔ اسکاؤٹ کو اپنے پاس ایک سیٹی بھی رکھنی بہت ضروری ہے۔ اس لئے اُسے ایک سیٹی بھی دی جاتی ہے۔ ضرورت کے وقت وہ اُسے بجاکر اپنے ساتھیوں کو بلا سکتا ہے۔

لڑکو! تم نے کسی نہ کسی بڑے میلے میں خاکی کپڑے پہنے ہوئے ایسے چھوٹے چھوٹے اسکاؤٹوں کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ وہاں کیا کام کرتے ہیں۔ اچھا سنو! وہ بھولے بھٹکے بچوں اور آدمیوں کو اُن کے پوچھنے پر ٹھیک ٹھیک باتیں بتاتے ہیں۔ اور مصیبت میں پڑے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ لوگوں کو اُن سے ہر ایک کام میں بڑی مدد ملتی ہے۔

سرکار کو بھی اُن سے بڑی مدد ملتی ہے اور اِسی سے وہ بھی اُن کو کافی مدد دیا کرتی ہے۔

الہ آباد میں سب سے بڑا طلیعہ کا دفتر ہے۔ یہاں سب سے بڑے اسکاؤٹ شری رام جی باجپئی ہیں۔ یہ بھی سب طلیعوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اِس وقت سب جگہ اس کی شاخیں اور اُن میں بہت سے بچّے اور نوجوان کام کرتے ہیں۔

تم اپنے ماسٹر صاحب سے پوچھ کر جان سکتے ہو کہ تم لوگ بھی اسکاؤٹ ہو سکتے ہو اور اسکاؤٹنگ کا کام سیکھ سکتے ہو کیونکہ اب اسکولوں میں بھی اسکاؤٹنگ کی باتیں سکھائی جاتی ہیں اور ہر ایک اسکول اپنے اپنے اسکاؤٹ تیّار کرتا ہے۔

مشق

۱۔ اسکاؤٹ کو کون کون سی بات ماننی پڑتی ہے؟

۲۔ اسکاؤٹ کا کام کیا ہے؟

۳۔ اسکاؤٹ کیسے کپڑے پہنتا ہے اور اپنے پاس کون کون سامان رکھتا ہے؟

۴۔ اسکاؤٹنگ کا کام کیسے شروع ہوا؟

سبق (۳۲)

اکبر شاعر

لیاقت - خوش اخلاقی - نیک چلنی - خاطر - مضمون

سیّد اکبر حسین ۱۸۴۶ء میں نومبر کی ۱۶ ار تاریخ کو پیدا ہوئے تھے۔ اُن کے ماں باپ کی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ اِسی لئے لڑکپن میں اُن کو بہت اچھی تعلیم نہ مل سکی۔ اپنے گاؤں کے مدرسہ میں پڑھ کر یہ گورنمنٹ اسکول میں بھرتی ہوئے اور ۱۸۶۶ء میں مختاری کا امتحان پاس کر کے نائب تحصیلدار ہو گئے۔ ۱۸۷۰ء میں یہ ہائی کورٹ میں آئے اور ۱۸۷۲ء میں انھوں نے وکالت کا امتحان پاس کر کے وکالت شروع کر دی۔ ۱۸۷۵ء میں سرکار نے اِنھیں منصف کر دیا اور آٹھ برس تک اُسی عہدے پر کام کر کے آپ جج ہو گئے۔ پھر ۱۸۹۴ء میں خفیفہ عدالت کے جس میں چھوٹی چھوٹی رقموں کے مقدمے ہوتے ہیں اور جس کے حکم کی سُنائی پھر اور کہیں نہیں ہوتی۔ یہ جج ہو گئے۔

اکبر کی عقل بڑی تیز تھی اور اپنے کام کو یہ بڑی محنت اور ایمانداری سے کرتے تھے۔ مزاج اِن کا بہت سیدھا سادا تھا۔ یہ ملک کے اچّھے خدمت کرنے والے تھے۔ ملک کی خدمت کرنے والوں کی جہاں تک ہو سکتا تھا ہمیشہ ہر طرح سے بھلائی کیا کرتے تھے۔ اِن کا کہنا تھا کہ ہندو اور مسلمان، پارسی اور عیسائی جتنی بھی قوموں کے آدمی ہیں سب ہندوستان ہی کے بچّے ہیں۔ اس لئے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ سب کو ہمیشہ مل جُل کر رہنا چاہیئے اور ملک کی بھلائی اور ترقی کے لئے ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسی باتیں کبھی بھی نہ کرنا چاہیئے جن سے آپس میں بُرائی پیدا ہو اور اپنے نقصان کے ساتھ دیس کا بھی نقصان ہو۔

اکبر اِس زمانے کے بڑے مشہور شاعر ہو گئے ہیں۔ آپ بڑے ہنس مکھ اور ملنسار تھے۔ آپ کی باتوں میں بڑا مزہ آتا تھا۔ اِسی لئے جہاں بھی آپ رہتے تھے وہیں لوگ آپ کے دوست ہو جاتے تھے۔ خوش اخلاقی اور نیک چلنی آپ میں خوب تھی۔

آپ کی بیوی اور لڑکے کا جب سے انتقال ہو گیا تھا تب سے آپ کچھ رنجیدہ رہا کرتے تھے۔

فارسی اور عربی زبان کے بھی آپ عالم تھے۔ نوکری کرتے ہوئے آپ نے انگریزی زبان پڑھی اور اُس میں بھی اچھی قابلیت حاصل کر لی۔ لڑکپن ہی سے آپ شاعری کیا کرتے تھے اور اپنے کلام کو غلام حسین وحید سے جو خواجہ آتش کے شاگرد تھے، صحیح کرایا کرتے تھے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ آپ وحید صاحب کے شاگرد تھے۔ آپ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے تھے۔ اسی لئے آپ کی لیاقت بہت بڑھی چڑھی تھی۔

آپ کی شاعری بہت ہی دلچسپ ہوتی تھی۔ سیدھی سادی اور بامحاورہ زبان میں آپ اونچے سے اونچے خیالات ایسی خوبی سے ادا کرتے تھے کہ اُردو یا ہندی جاننے والے اُسے آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ زبان آپ کی اتنی نرم اور میٹھی ہوتی تھی کہ ہر ایک آدمی کا دل اُسے سُن کر خوش ہو جاتا تھا۔ آپ کی شاعری کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اپنے زمانہ کا کتنا اچھا تجربہ تھا۔ آج کل کی سب ہی خاص

باتوں کی طرف آپ نے نگاہ دوڑائی ہے۔ اور سب پر نہایت دلکش اشعار کہے ہیں۔ آپ کے چار دیوان ہیں۔ اکبرؔ نثر بھی بہت اچھی لکھتے تھے اور اُن کے لکھے ہوئے مضمون اودھ پنچ اخبار میں چھپا کرتے تھے۔

اکبرؔ گو کہ ایک اچھے عہدے پر تھے مگر گھمنڈ ذرا بھی نہ تھا۔ چھوٹا یا بڑا کوئی بھی آدمی کیوں نہ ہو اُن سے ہر وقت مل سکتا تھا۔ ہر ایک آدمی سے وہ بڑی اچھی طرح ملتے تھے۔ اُن کے وصف اور اُن کی لیاقت کو دیکھ کر سرکار نے اُن کو خان بہادر کا خطاب دیا تھا۔ جب اُنھوں نے نوکری چھوڑی تب سرکار کی طرف سے اُنھیں پنشن بھی دی گئی۔ الہ آباد یونیورسٹی نے اُن کی لیاقت دیکھ کر اُنھیں اپنی کمیٹی کا ممبر چنا تھا۔

اکبرؔ نے روپیہ پیدا کر کے زمینداری مول لے لی تھی۔ اور اسی لئے وہ گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ اُنھوں نے کسی کسان کو بھی کسی طرح نہیں ستایا۔ اُن کی زمینداری میں رہنے والے لوگ اُن سے ہمیشہ خوش رہا کرتے تھے۔ جو آدمی اُن کے گھر پر

اُن سے ملنے جاتا تھا اُسے وہ اچھی طرح ٹھہراتے تھے۔ اگر وہ مسلمان ہوا تو اپنے یہاں اُسے کھانا کھلاتے اور اُس کی خاطر کرتے تھے۔ اگر وہ ہندو ہوا تو اپنے ایک دوسرے مکان میں جسے اُنھوں نے اپنے ہندو مہمانوں کے لئے علاحدہ بنوایا تھا ٹھہراتے تھے اور اُس کے کھانے پینے کا باقاعدہ انتظام کرتے تھے۔ یہی سب باتیں تھیں کہ اُن کے پاس ہمیشہ لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ اُن کی طرز معاشرت بڑی سیدھی سادی تھی۔

جس طرح اُنھیں اُردو کی شاعری اور شاعروں سے محبت تھی اُسی طرح ہندی کی شاعری اور شاعروں سے بھی اُن کو محبت تھی اور اُن کے پاس اُردو شاعروں کی طرح ہندی کے شاعر بھی جایا کرتے تھے۔ کہنا چاہیئے کہ اکبر ٹھیٹھ ہندی یا کھڑی بولی کے بھی جسے ہم معمولی بول چال کی ہندوستانی زبان کہہ سکتے ہیں، اچھے لکھنے والے تھے۔ ۱۹۱۹ء کے ستمبر مہینے میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اب صرف اُن کا نام ہی یادگار کے لئے نہیں

رہ گیا ہے بلکہ اُن کا کلام بھی موجود ہے۔ جس سے اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

مشق

۱۔ اکبرؔ کی عادت کیسی تھی؟
۲۔ اکبرؔ کے خیالات کیسے تھے؟
۳۔ اکبرؔ کی زبان میں کون خاص باتیں ہیں؟
۴۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ۔
نگاہ دوڑانا۔ پڑھنا پڑھانا۔ طرزِ معاشرت ہنس مکھ۔ ملنسار۔ بڑھا چڑھا۔

سبق (۳۳)

پالتو چڑیاں

خوبصورت ۔ کلغی ۔ مٹ میلا

میٹھی بولی سبھی کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور میٹھی بولی بولنے والوں کو سبھی پیار کرتے ہیں۔ جو لڑکے میٹھی بولی بولتے ہیں اُنھیں بھی سب آدمی چاہتے ہیں۔ اِسی طرح جو چڑیاں سُریلی آواز سے میٹھی میٹھی بولیاں بولتی ہیں اُنھیں بھی لوگ بہت

پیار کرتے ہیں۔ اور یہاں تک چاہتے ہیں کہ اُنھیں پکڑ کر پال لیتے ہیں۔

یوں تو بہت سی ایسی چڑیاں ہیں جو دیکھنے میں خوبصورت اور اچھی ہوتی ہیں اور جنھیں لوگ اسی لئے پالتے ہیں۔ لیکن عام طور سے لوگ اُنھیں چڑیوں کا پالنا زیادہ پسند کرتے ہیں جو اپنی سُریلی آواز سے دل خوش کیا کرتی ہیں۔ ایسی چڑیوں میں طوطا، مینا، بُلبُل اور چنڈول وغیرہ خاص ہیں۔ خوبصورتی کے لئے جو چڑیاں پالی جاتی ہیں اُن میں مور، سارس، کبوتر، لال مُنیاں وغیرہ خاص ہیں۔ بہت سی دوسری ایسی چڑیاں بھی ہیں جنھیں لوگ اُن کی کسی خاص بات کو دیکھ کر پالا کرتے ہیں۔ جیسے لڑائی کے لئے تیتر اور بٹیر خوبصورتی کے لئے ہنس اور بطخ وغیرہ۔

عام طور سے لوگ طوطے اور مینا کا پالنا پسند کرتے ہیں۔ طوطا تو اس لئے پالا جاتا ہے کہ وہ سکھلانے سے بالکل آدمی کی طرح بولنے لگتا ہے۔ مینا میں بھی یہی بات ہوتی ہے۔ یہ دونوں چڑیاں

ایسی ہوتی ہیں کہ بولی میں آدمی کی پوری نقل کر لیتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ دونوں دیکھنے میں بھی کافی خوبصورت اور اچھی ہوتی ہیں۔ طوطے کئی قسم کے پائے جاتے ہیں۔ اور اُن کے رنگ بھی جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ جو طوطے پہاڑوں پر پائے جاتے ہیں وہ ہمارے دیسی طوطوں سے ڈیل ڈول میں کہیں زیادہ بڑے اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اُن کے سر پر ایک چھوٹی سی کلغی بھی ہوتی ہے۔ اُس کی آواز بھی تیز اور بھاری ہوتی ہے۔ اور چاہے اُسے کتنا ہی کیوں نہ سکھلایا جائے آدمی کی طرح نہیں بول سکتا۔

ہمارے دیسی طوطے ہلکے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ اُن کے بدن کا رنگ ہرا اور چونچ کا رنگ لال ہوتا ہے۔ گردن کے چاروں طرف پیلے رنگ کا ایک گھیرا ہوتا ہے۔ افریقہ کا طوطا بہت بڑا اور سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ طوطے بہت سیدھے اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ یہ آدمی سے اتنے ہل جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی پنجڑے سے اُڑ جانے پر واپس نہیں آتے۔ طوطا اپنے مالک کی آواز کو یہ خوب پہچانتے ہیں۔

پھل بہت کھاتا ہے۔ اور اُن چیزوں کو جن میں
کچھ زہر ملا ہوتا ہے یا نقصان پہنچانے والی ہوتی
ہیں کبھی نہیں کھاتا۔ اِسی لئے اکثر لوگ اُسے
پالتے ہیں کیونکہ یہ اس بات کو ظاہر کر دیتا ہے
کہ کھانے کے لئے کونسی چیز ٹھیک ہے کون سی
نہیں۔ سکھلانے سے یہ تھوڑے کرتب بھی
کر لیتا ہے۔

جو وصف طوطے میں پائے جاتے ہیں قریب
قریب وہی وصف مینا میں بھی پائے جاتے ہیں۔
مینا کالے رنگ کی ایک چھوٹی چڑیا ہوتی ہے۔
اُس کی چونچ کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ اُس کے پنجے
کے پاس کا رنگ کچھ مٹ میلا سا ہوتا ہے۔ مینا طوطے
کی بہ نسبت زیادہ ہوشیار اور میٹھی بولی بولنے والی
چڑیا ہے۔ یہ بہت جلد اپنے پالنے والے سے
ہل جاتی ہے۔

بلبل گو کہ آدمی کی بولی کی نقل نہیں کر سکتی
لیکن بولتی بہت اچھا ہے۔ اُس کا رنگ گہرا لال
یا مٹ میلا ہوتا ہے۔ اُس کے دونوں ٹانگوں کے نیچ کا

حصّہ لال رنگ کا ہوتا ہے۔ بُلبُل اپنے گانے کے لئے
بہت مشہور ہے۔ اکثر جب خوب چاندنی کِھلی ہوتی
ہے تو بُلبُل اپنی میٹھی اور سُریلی آواز سے گایا
کرتی ہے۔ چنڈول ایک عجیب چڑیا ہے۔ کہتے ہیں کہ
یہ سُن کر ہر ایک چڑیا کی بولی بول لیتا ہے۔ لوگ
اُس کے پنجڑے کے اوپر سفید کپڑا چڑھا رکھتے ہیں۔
ایسا اور کسی دوسری چڑیا کے پنجڑے پر کم
کیا جاتا ہے۔

مور اور سارس وغیرہ طوطے اور بُلبُل وغیرہ
کی طرح بہت میٹھی اور سُریلی بولی نہیں بولتے۔
ہاں دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔
جب بادل گھِر آتے ہیں اور برسات کے دنوں میں ٹھنڈی
ہَوا کے جھونکوں کے ساتھ تھوڑی بوندیں بھی گرتی
ہیں تب مور بہت خوش ہوتا ہے اور مزے سے
ناچنے لگتا ہے۔ اُس کا ناچ بہت اچھا اور دیکھنے
کے لائق ہوتا ہے۔ یہ اپنی خوبصورت دُم اور
ست رنگے پروں کو ایک گھیرے میں پھیلا دیتا
ہے۔ تب اِس کی خوبصورتی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔

یہ بات نر مور میں ہوتی ہے۔ مادہ مور کے نہ تو اتنی لمبی دُم ہی ہوتی ہے اور نہ اُس کے اتنے پر ہی ہوتے ہیں۔ یہ ناچتی بھی نہیں ہے۔ مور کے پنکھوں کے سروں پر چاندی کے ست رنگے گھیرے سے بنے رہتے ہیں۔ اُنھیں "مور چندرکا" کہتے ہیں۔ مور کافی بڑا ہوتا ہے۔ اور یہ بھاگتا تو بہت ہی تیزی سے ہے، لیکن اُڑتا بہت ہی کم ہے۔ اس کے سر پر ایک خوبصورت کلغی ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ مور سانپ کو کھا لیتا ہے اور اُس کی ہڈیوں کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ مور سے سانپ بہت ڈرتے ہیں جہاں مور رہتا ہے وہاں سانپ نہیں نکلا کرتے۔ کہتے ہیں کہ جہاں مور کے پنکھ بھی رکھّے رہتے ہیں۔ وہاں سے بھی سانپ بھاگ جاتا ہے۔

سارس کو لوگ پالتے تو ہیں لیکن اُس میں کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔ دیکھنے میں ضرور خوبصورت ہوتا ہے۔ اُس کا رنگ کچھ سیاہی لئے ہوئے سفید ہوتا ہے۔ اُس کی ٹانگیں بہت لمبی اور لال ہوتی ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ اُس کی چونچ بھی لمبی اور لال ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سارس کا جوڑا ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر ایک پہر میں بولتا ہے۔ دیہات کے کسان اِسی سے وقت کا پتہ لگاتے ہیں۔

آج کل کچھ لوگوں میں کبوتر اور تیتر پالنے کا بھی زیادہ رواج ہو چلا ہے۔ کبوتر دیکھنے میں بڑا ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے قد اور موٹے بدن کا ہوتا ہے۔ کبوتر کئی رنگ کے ہوتے ہیں۔ کوئی تو بالکل سفید ہوتا ہے اور کوئی کالا اور کوئی بینگنی اور کوئی دھوپ کے رنگ کا ہوتا ہے۔ کبوتر بھی آدمیوں سے بڑا ہل مل جاتا ہے۔ یہ بہت تیز اُڑتا ہے۔ کبوتر سکھا دینے پر چٹھی وغیرہ لے جانے کا کام بھی بخوبی کر لیتا ہے۔

تیتر کا رنگ مٹ میلا دھاری دار ہوتا ہے۔ یہ اپنے مالک کو بہت پہچانتا ہے۔ اس کی آواز بہت تیز ہوتی ہے۔ یہ بڑا ہونے پر خوب لڑتا ہے۔ تیتروں کو لوگ لڑائی کے شوق ہی کے لئے پالتے ہیں۔

یہ زیادہ تر دیمک وغیرہ چھوٹے کیڑوں کو بڑے شوق اور خواہش سے کھاتا ہے۔ اِس کو لوگ جَو یا گیہوں کے آٹے کی گولیاں بناکر بھی کھلاتے ہیں۔ اِس کو کھُلے میدانوں میں گھومنا بہت پسند ہے

بطخ اور ہنس پانی کی چڑیاں ہیں۔ بطخ تو ہمارے ملک میں قریب قریب سب جگہ مل جاتی ہیں مگر ہنس کہیں کہیں پر ہیں۔ یہ راجہ مہاراجہ کے یہاں اکثر رہتے ہیں۔

بطخ اور ہنس قریب قریب ایک ہی سے پرند ہیں۔ دونوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ گردن لمبی اور پتلی ہوتی ہے۔ آنکھیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور پر بہت ہی ملائم اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ بطخ سے ہنس کا پر بہت اچھا ہوتا ہے۔ اُن کی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔ یہ تالابوں یا پوکھروں میں پانی کے چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور مچھلیوں کو کھایا کرتے ہیں۔ ہنس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خدا نے اُس کو ایک ایسی طاقت دی ہے کہ وہ دودھ

اور پانی کو صاف طور سے جان لیتا ہے۔ زیادہ تر ہنس ان سرور پر ٹھنڈے ملک میں پائے جاتے ہیں۔

مشق

۱۔ کون کون چڑیاں پالی جاتی ہیں؟
۲۔ ہنس اور بطخ میں کیا فرق ہے؟
۳۔ طوطے اور مینا کو لوگ کیوں زیادہ پالتے ہیں؟
۴۔ مور اور سارس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟
۵۔ تیتر اور بٹیر کو لوگ کس وجہ سے پالتے ہیں؟
۶۔ کبوتر کی خاص خاص باتیں بتاؤ۔

سبق (۳۴)

ہمارا بدن

آرام - دل - عضو - حرکت - کثیف - بدن

لڑکو! تم اپنے بدن کو ہر وقت دیکھا کرتے ہو۔ تمھارے جسم کے عضو اپنا اپنا کام ہر وقت کیا کرتے ہیں۔ لیکن تم اُن کو دیکھتے ہوئے بھی کبھی اُن پر

غور نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے جسم پر ذرا بھی غور کرو تو تمھیں اس کا حال دیکھ کر دانتوں کے نیچے اُنگلی دبانی پڑے۔

یہ جسم ایک طرح کا انجن ہے۔ لیکن بڑا عجیب ہے۔ اس کا ہر ایک کام اور ہر ایک عضو ہمیں تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ ذرا دیر اپنی سانس کے آنے جانے پر غور کرو۔ چاہے تم سوتے ہو یا جاگتے ہو کوئی کام کرتے ہو یا بیٹھے یا لیٹے ہوئے آرام کرتے ہو، تمھاری سانس ہمیشہ آتی جاتی رہتی ہے۔ وہ کبھی آرام نہیں کرتی۔ اب ذرا اپنے سینہ کے بائیں جانب ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ یہاں کوئی چیز برابر چلتی ہوئی یا دھڑکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ تمھارا دل ہے۔

دل جسم کا وہ بھیتری حصہ ہے جو ہر وقت اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اور کبھی بھی آرام نہیں کرتا۔ ایک سکنڈ میں یہ سوا بار یا یوں کہو کہ ایک منٹ میں یہ ۷۵ بار چلتا ہے۔ بس

اِسی کے چلنے سے ہمارے سارے بدن میں خون دوڑتا ہے اور ہم زندہ رہتے ہیں۔ دل کی شکل پان کی سی ہوتی ہے اور ہمیشہ پھیلتا اور سُکڑتا رہتا ہے۔

اِس کے ایک طرف ایک کوٹھری سی ہوتی ہے۔ جس میں ۲ دو ۳ تین چھٹانک کے انداز خون آکر بھرتا ہے اور پھر وہاں سے پتلی پتلی نسوں کے ذریعہ سے سارے جسم میں چکّر لگا کر واپس آجاتا ہے۔ اِسی طرح کی ایک دوسری نلکی دل کے دوسرے جانب بھی رہتی ہے۔ اِس میں وہ خون آکر ٹھہرتا ہے۔ جو دل کی پہلی کوٹھری سے چل کر تمام بدن میں نسوں کے ذریعہ سے گھومتا ہے اور پھر کچھ میلا ہوکر لوٹ آتا ہے۔ یہ تو دل کا حال ہوا۔ اب جسم کے دوسرے حصّوں کا بھی کچھ حال سُنو۔

تمھارے سینہ کے اندر ایک جوڑہ دھونکنی کا بھی ہے۔ اِسے پھیپھڑا کہتے ہیں۔ دل کی طرح یہ بھی ہر وقت اپنا کام برابر بغیر آرام کیئے ہوئے کرتا رہتا ہے۔ لوہاروں کے یہاں تم نے دھونکنی تو

دیکھی ہوگی۔ جس طرح وہ باہر سے ہوا کھینچ کر اندر لے جاتی ہے اور پھر باہر نکال دیتی ہے، اُسی طرح ہمارا پھیپھڑا بھی باہر سے صاف ہوا کھینچ کر بھیتر لیجاتا ہے اور پھر اُسے باہر نکال دیتا ہے کیونکہ وہ جسم کے اندر گھوم کر کثیف یا گندی ہو جاتی ہے۔ جو ہوا باہر سے کھینچ کر پھیپھڑا لے جاتا ہے اُسی سے دل چلتا ہے۔ دل کے چلنے سے سارے بدن میں خون دوڑتا رہتا ہے۔

پھیپھڑا ایک منٹ میں ۱۷ بار سانس لیتا ہے اور ۱۷ بار وہ اس کھینچی ہوئی ہوا کو کثیف یا گندی ہو جانے پر باہر پھینکتا ہے۔ اس طرح حساب لگانے سے پھیپھڑے کی دھونکنی ایک گھنٹے میں ۱۰۲۰ بار اور ۲۴ گھنٹے یعنی دن رات میں ۲۴۴۸۰ بار پھولتی اور سکڑتی ہے۔

اچھا اب تو تم جان گئے ہوگے کہ ہمارے جسم کی یہی دونوں عضو حفاظت کرتے ہیں۔ اب ذرا ایک ضروری اور خاص عضو کا حال سنو۔ تم ہمیشہ سب باتیں سنتے۔ سمجھتے دیکھتے اور معلوم کیا کرتے ہو مگر یہ نہیں جانتے کہ تمھارے جسم کا

کون سا حصّہ سب کام کیا کرتا ہے۔ دیکھو ان سب
کاموں کو وہ حصّہ کرتا ہے جو تمھارے سر کے
اندر ہے اور جسے دماغ کہتے ہیں۔ اگر دماغ نہ ہو تو
سوچنا سمجھنا سبھی بند ہو جائے۔

تم نے تار گھر تو ضرور دیکھا ہوگا۔ دماغ کو بھی
تم اپنے جسم کا تار گھر کہہ سکتے ہو۔ یہیں بدن کے
سب حصّوں سے خبریں آیا کرتی ہیں۔ بدن میں
نسوں کا ایک بہت بڑا جال سا پھیلا ہوا ہے۔
اور ان سب نسوں کا تعلق دماغ سے رہتا ہے۔
بدن کے کسی بھی حصّہ میں کوئی بات ہوئی نہیں
کہ اُس حصّہ کی نسیں اُس کی خبر فوراً دماغ کو
پہنچا دیتی ہیں۔ جیسے اگر کوئی کیڑا تمھارے پیر پر
رینگنے لگا تو اُس کے رینگنے سے وہاں کی نسوں میں
ایک طرح کی حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کانپنے
لگتی ہیں۔ ان کی وہ حرکت آگے بڑھتی جاتی ہے۔
یہاں تک کہ وہ دماغ میں پہنچ جاتی ہے۔ اُسے
پاکر دماغ غور کرتا ہے اور پھر جان لیتا ہے کہ کسی
کے چلنے سے پیر کی نسوں میں یہ حرکت پیدا ہوئی ہے۔

بس اب وہ آنکھوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فوراً دیکھ کر بتائیں کہ پیر پر کون رینگ رہا ہے۔ آنکھیں دماغ کے حکم کو پاکر فوراً نگاہ ڈالتی ہیں اور کیڑے کو وہاں رینگتے دیکھ کر دماغ کو خبر بھیج دیتی ہیں۔ اب دماغ ہاتھوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کیڑے کو پیر سے ہٹا کر دور پھینک دے۔ ہاتھ دماغ کے حکم سے فوراً پیر پر پہنچ کر اُس کیڑے کو ہٹا دیتے ہیں۔ اسی طرح دماغ کا کام ہوا کرتا ہے۔

سُنو لڑکو! دماغ کا کام کیسے ہوتا ہے۔ کیسے اس کے پاس سر سے جسم کو خبریں پہنچتی ہیں اور کس طرح وہ بدن کے اعضاء کے پاس حکم بھیج بھیج کر اُن سے کام لیا کرتا ہے۔ ہمارے دل اور پھیپھڑے کی طرح دماغ بھی بہت کام کیا کرتا ہے۔ لیکن یہ اِن دونوں کی طرح ہمیشہ ایک ہی طرح پر لگاتار کام نہیں کرتا رہتا ہے۔ جب تک ہم خوب گہری نیند میں سویا کرتے ہیں تب تک وہ آرام کرتا رہتا ہے مگر جب ہم گہری نیند میں نہیں سوتے تب یہ کچھ نہ کچھ کام کیا کرتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں سوچتا رہتا ہے۔ اِسی لئے ہم

کبھی کبھی خواب دیکھا کرتے ہیں۔

اب ایک بات اور بڑی عجیب ہمارے جسم میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے جسم کے باہر جو چمڑا چڑھا ہوا ہے وہ چلنی کی طرح بہت سے چھیدوں سے بھرا ہوا ہے۔ عالموں کا کہنا ہے کہ ہمارے بدن پر چڑھے ہوئے چمڑے میں ستّر لاکھ چھید ہیں۔ انھیں چھیدوں سے ہمارے جسم کے بھیتر کا میل پسینے کے ساتھ باہر نکلا کرتا ہے۔ جب یہ چھید میل سے بند ہو جاتے ہیں اور بھیتر کا میل باہر نہیں نکل پاتا تب کوئی نہ کوئی بیماری جیسے بخار وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہمیں خوب مل کر صاف پانی سے روز اپنے سارے جسم کو دھو کر صاف رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا جاویگا تو یہ چھید میل سے بند ہو جائیں گے اور بھیتر کا میل اُن سے نکل کر باہر نہ آ سکے گا۔ جس سے ہمیں نقصان پہنچے گا۔ ڈاکٹروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہر ایک منٹ میں گیارہ رتی میلا پانی یا پسینہ ہمارے جسم سے باہر آتا ہے۔ تم حساب

لگا سکتے ہو کہ ہر روز کتنا میل ہمارے جسم سے باہر نکلا کرتا ہے۔ اگر ہم روز خوب نہا دھو کر اپنے جسم کو خوب صاف نہ کیا کریں تو ہمیں کتنا نقصان ہو۔ اس کے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تم اس کو اب خود ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔

تم شاید یہ پوچھو کہ ہمارے جسم میں خون کہاں سے آتا ہے جو دوڑا کرتا ہے اور یہ میل کہاں سے پہنچ جاتا ہے۔ اچھا سُنو! معدہ ہمارے پیٹ میں ایک تھیلی کی طرح ہے۔ جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہ اُس میں پہنچتا رہتا ہے۔ معدہ اسی سے اچھی اچھی چیزیں الگ کرکے اُن سے خون بنا دیتا ہے۔ وہی خون دل میں پہنچتا ہے اور وہاں سے نسوں کے ذریعہ سے سارے بدن میں چکر لگایا کرتا ہے۔ اسی خون سے ہمارے بدن میں گوشت، چربی، ہڈی وغیرہ دوسری سب چیزیں بنا کرتی ہیں۔ یہ تو خون کا حال ہوا۔ اب سُنو میل کی بابت۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ ہمارے سب عضو کام کیا کرتے ہیں۔ یعنی ہمارے جسم کی مشین ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ اس کے کل پُرزے برابر کچھ نہ کچھ کام کیا ہی کرتے ہیں۔ کام کرنے سے وہ گھستے ہیں اور اُن میں میل پیدا ہو جاتا ہے۔ وہی میل

پسینے کے ساتھ باہر نکلا کرتا ہے۔ اگر یہ میل باہر نہ آ سکے تو یہ بھیتر بدن کے پُرزوں میں جمع ہوتا جائیگا اور کچھ دنوں میں پُرزوں کو خراب کر دے گا۔

اب تم جسم کے خاص خاص حصّوں کا حال جان گئے ہو گے۔ اچھا اب جاؤ۔ ہم پھر کسی دن اس کے آگے جسم کی اور باتیں بتائیں گے۔ دیکھو آج سے یہ ضرور قاعدہ بنالو کہ روز تم صاف پانی سے اپنے سارے جسم کو دھوکر خوب صاف ستھرا رکھو گے۔

مشق

١۔ جسم کے خاص بھیتری حصّے کون کون سے ہیں؟

٢۔ دل اپنا کام کیسے کرتا ہے؟

٣۔ دماغ کیا کام کرتا ہے؟

٤۔ پھیپھڑا کہاں ہے اور کیا کرتا ہے؟

٥۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ

دانتوں کے نیچے اُنگلی دبانا۔ اس کے کہنے کی ضرورت نہیں۔
نہا دھو کر کچھ نہ کچھ۔

سبق (۳۵)

کرینسی نوٹ

اقرار ہنڈی جعلی اعتراض

لڑکو! پیسہ - اکنّی - دونّی - چونّی - اٹھنّی اور روپیہ یہ سکّے تو تم نے دیکھے ہی ہیں۔ یہ سکّے تانبے، نکل یا چاندی کے ہوتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ اِن کے سوا بھی کوئی اور سکّے ہوتے ہیں؟ ہاں اور بھی سکّے ہوتے ہیں۔ تم کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ کاغذ کے بھی سکّے ہوتے ہیں۔ اُن سکّوں کو کرینسی نوٹ کہتے ہیں لیکن نوٹ اصل میں سکّہ نہیں بلکہ ایک طرح کی سرکاری ہنڈی ہے۔ کرینسی نوٹ کاغذ کے ہوتے ہیں۔ معمولی کاغذ میں اور نوٹ کے کاغذ میں فرق ہوتا ہے۔ نوٹ پر سرکاری خزانہ کی چھاپ ہوتی ہے۔ اس میں یہ لکھا رہتا ہے کہ سرکار اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ اس کاغذ کے بدلے میں اس پر لکھی ہوئی رقم نوٹ رکھنے والے کو دے گی۔ نوٹ پر ہمارے بادشاہ جارج پنجم کی تصویر بھی ہوتی ہے۔ اس پر انگریزی

اُردو۔ ہندی۔ بنگلہ۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تلنگی وغیرہ سب ہندوستان کی زبانوں میں نوٹ کی قیمت لکھی رہتی ہے۔ نوٹوں پر اُن کے الگ الگ نمبر بھی لکھے ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک میں پانچ ۵، دس ۱۰، پچاس ۵۰، سَو ۱۰۰، ہزار اور دس ہزار روپئے کے نوٹ ہوتے ہیں۔ ایک ہزار روپئے یا اس سے زیادہ کے نوٹ خراب ہو جائیں یا کھو جائیں تو اُن کا نمبر بتانے سے روپیہ سرکاری خزانہ سے مل سکتا ہے۔

نوٹ ہے تو کاغذ کا سکّہ مگر پھر بھی لوگ اُس کا رکھنا پسند کرتے ہیں۔ کیا تُم بتا سکتے ہو کہ لوگ نوٹ رکھنا کیوں پسند کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نوٹ رکھنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی کہیں بجائے کاغذ کے روپئے لیجانا چاہے تو اُسے بہت بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن نوٹ وہ ہزاروں روپئے کے بڑی آسانی سے لے جا سکتا ہے۔ نوٹ کے گننے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ اور وقت بھی کم لگتا ہے۔ تجارت کرنے والوں کو نوٹوں

کے چلن سے بڑی آسانی ہوگئی ہے۔

سرکاری ہنڈی ہونے سے لوگ بلا کسی اعتراض کے نوٹ لے لیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں روپئے یا چیزیں دے دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کو سرکار پر بھروسا ہوتا ہے اور اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ جب چاہیں گے نوٹ کا روپیہ سرکار سے اُنھیں مل جائیگا۔

نوٹ صرف سرکار بناتی ہے۔ اور کوئی نوٹ نہیں بنا سکتا۔ جعلی سکّے کی طرح جعلی نوٹ بنانا بھی جُرم ہے۔ جعلی نوٹ بنانے یا چلانے والے کو سزا ہوتی ہے۔ اور سرکار جعلی نوٹ کا روپیہ نہیں دیتی۔

مشق

۱۔ نوٹ کیسا سکہ ہے ؟

۲۔ نوٹ کتنے کتنے روپیوں کے ہوتے ہیں ؟

۳۔ نوٹ رکھنے سے کیا فائدے ہیں ؟

سبق (۳۶)

کھیل کود

کسرت ورزش چُستی چالاکی اُمنگ

یہ تو تم کو اچھّی طرح معلوم ہے کہ تندرستی کے لئے ورزش کرنا یا کسی طرح کی محنت کا کھیل کھیلنا اور دوڑنا وغیرہ بہت ضروری اور مفید ہے۔ صبح اور شام کو کسی اچھّے باغ میں ٹہلنا بھی تندرستی کے لئے مفید ہے۔ یہ سب تو ہے۔ لیکن لڑکوں کی تندرستی کے لئے اگر کوئی ورزش اچھّی ہے تو وہ کھیل ہے۔ کھیل میں لڑکوں کی طبیعت بھی خوش رہتی ہے اور اُن کی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ جس سے دو فائدے ساتھ ہی ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لئے آج ہم تم کو کھیل کے بارے میں کچھ ضروری باتیں بتلاتے ہیں۔

کوئی بھی کھیل ہو اگر قاعدہ سے کھیلا جائے تو وہ جسمانی طاقت بڑھاتا ہے اور بدن کے کسل کو بھی دور کرتا ہے۔ سستی تو اس کی وجہ سے

کبھی پاس ہی نہیں آتی۔ تندرستی اس سے بڑھتی ہے۔ اِسی سے لڑکوں کے لئے کھیلنا نہایت ضروری ہے۔ کھیل سے طبیعت خوش ہوتی ہے۔ نئی اُمنگ پیدا ہوتی ہے اور عقل تیز ہوتی ہے۔ کھیل کے داؤں پیچ سے جلد فیصلہ کرنے اور کام کرنے کی طاقت بڑھتی ہے۔ بدن کے حِصّوں سے بھدّا پن دور ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوب سڈول ہوکر دیکھنے میں خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ بدن پر ایک طرح سے اپنا قابو اور زور ہو جاتا ہے۔

کھیل سے جسم میں چُستی اور چالاکی پیدا ہوتی ہے۔ اور قاعدوں کی پابندی کرنا اور ٹھیک طرح سے جلد غلطیوں کو درست کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ خوش اخلاقی کے پیدا کرنے اور اپنے مخالف کے ساتھ ایمانداری اور انصاف سے کام لینے اور مِل جُل کر خوشی کے ساتھ کسی ایک مدّعا کے لئے کوشش کرنے کی مہارت کھیلوں سے ہوتی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کھیلنے کا وقت اسکول کے وقت سے اگر زیادہ ضروری اور مفید

نہیں تو اس سے کم بھی نہیں ہے - اسکولوں میں
خوش اخلاقی کے قاعدے بتلائے جاتے ہیں۔ مگر
ان قاعدوں میں سے بہتوں کی پابندی اور اُن کی
عملی واقفیت کھیلوں ہی سے ہوتی ہے۔ میل جول
اور انجمن بناکر کام کرنے کی باتیں کھیلوں ہی
سے بہت کچھ دل میں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے
ہم کہہ سکتے ہیں کہ کھیلوں سے جسم دل اور
چال چلن سب ہی کو فائدہ پہنچتا ہے۔

عالموں کا کہنا ہے کہ بچّوں میں کھیلنے کودنے
کی عادت اور طبیعت فطرتاً پائی جاتی ہے۔ شاید
اسی لئے کھیل بنائے گئے ہیں۔ کھیلوں سے قوّت
ارادی کو بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ اور ساتھ ہی
ساتھ اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنے اور بُری خواہشوں
کے چھوڑنے کی بھی عادت پڑتی ہے۔ بدن کے
حصّوں سے ٹھیک طرح پر کام لینا محنت کرنا اور
پھر خاموشی اور آرام کے ساتھ تندرستی کا اچّھا رکھنا
کھیل کے سوا اور دوسرے کاموں سے بہت کم
ممکن ہے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے ثابت

ہوتا ہے کہ لڑکوں کے لئے کھیلنا نہایت ضروری ہے یا یوں کہئے کہ وہ چھوڑے جانے کے قابل نہیں۔

کھیل کھیلنے کی ضرورت سے یہ مطلب نہیں کہ لڑکے ہر وقت کھیلتے ہی رہیں اور پڑھنے لکھنے کے کام ہی نہ کریں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لڑکے اپنی پڑھائی لکھائی کا سارا کام ختم کر کے شام کے وقت مل کر کوئی فائدہ مند کھیل کھیلا کریں اور رات ہونے سے پہلے ہی کھیل بند کر دیا کریں۔ کھیل کے بعد قریب قریب اُن کو ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ ضرور آرام کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد کھانا کھانا یا کوئی اور کام کرنا چاہیئے۔ کھیلنے کے بعد سستانا بھی بہت ضروری ہے۔ ایسا نہ کرنے سے کچھ نقصان بھی ہوتا ہے۔

اب تم یہ جان گئے کہ شام کے وقت کسی کھیل کا کھیلنا ضروری ہے۔ اب ہم تم کو یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ کس طرح کے کھیل کھیلے جانے چاہئیے۔ اور کس طرح کے نہیں۔ کھیل یوں

تو کئی طرح کے ہوتے ہیں مگر ہم اُن کو دو خاص درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے ایسے کھیل آتے ہیں جو صرف طبیعت بہلانے یا دل خوش کرنے کے لئے کھیلے جاتے ہیں۔ یا جن میں محنت تو نہیں کرنی پڑتی لیکن عقل سے خوب کام لینا پڑتا ہے اور جن سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے تاش اور شطرنج کے کھیل

دوسرے کھیل ایسے ہوتے ہیں جن میں جسمانی محنت بھی خوب کرنی پڑتی ہے اور جس سے دل کو بھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جن میں عقل سے بہت زیادہ کام نہیں لینا پڑتا۔ اس طرح کے کھیلوں سے بدن اور دل و دماغ سب کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ان سے تندرستی اچھی ہوتی ہے اور دل کی بھی طاقت بڑھتی ہے۔ کرکٹ، فٹ بال وغیرہ ایسے ہی کھیلوں میں سے ہیں۔ کھیلنے کے پہلے ہمیشہ اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ کھیل ایسا ہی کھیلا جائے جس سے بدن۔ دل اور دماغ یا عقل سب کو

کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچے۔
کچھ کھیل تو ایسے ہوتے ہیں جو اکیلے ہی کھیلے جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں دو یا چار آدمی یا لڑکے شامل ہو سکتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو گروہ بناکر کھیلے جاتے ہیں۔ ان قسموں کے علاوہ کچھ اور قسمیں بھی کھیلوں کی ہو سکتی ہیں۔ کچھ کھیل تو ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے کچھ خاص ساز و سامان یا تیاری اور قاعدوں کی ضرورت ہوتی ہے اور جو ہر ایک جگہ یا وقت میں آسانی سے نہیں کھیلے جا سکتے۔ کچھ کھیل ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے بہت زیادہ ساز و سامان یا کھیلنے کی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور قریب ہر ایک جگہ اور ہر ایک وقت میں معمولی طرح سے آسانی کے ساتھ کھیلے جا سکتے ہیں۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ ہاکی وغیرہ تو پہلے قسم کے اور کبڈی وغیرہ دوسرے قسم کے کھیل ہیں۔
بہت سے کھیل اس طرح کے ہوتے ہیں جو

دیہاتوں میں خوب اچھی طرح کھیلے جا سکتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو شہروں ہی میں ٹھیک طرح سے کھیل سکتے ہیں۔ اِن کے ساتھ ہی بہت سے کھیل ایسے بھی ہیں۔ جو دیہاتوں اور شہروں دونوں جگہوں میں آسانی کے ساتھ یکساں کھیلے جا سکتے ہیں۔ یہ کھیلنے والوں کی طبیعت پر رہے کہ وہ اِن سب باتوں کا خیال کر کے کھیل چُنیں۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا خیال رکھنا کھیلنے والوں کے لئے ہمیشہ ضروری ہوتا ہے۔ اِن باتوں میں سے کچھ خاص خاص باتیں ہم یہاں بتائے دیتے ہیں۔

۱۔ جہاں تک ہو سکے کھیل ایسے ہی چُنے جائیں جن میں بہت کم سازوسامان کی ضرورت پڑے اور جن کے لئے پہلے ہی سے بہت زیادہ تیاری نہ کرنی پڑتی ہو۔

۲۔ کھیل ایسے ہی کھیلنے چاہیئے جن کے کھیلنے میں جہاں تک ممکن ہو بہت ہی کم قاعدوں کی پابندی کرنی پڑتی ہو۔ جن کے قاعدے آسان

اور جلد سمجھ میں آ جانے والے ہوں۔ اور جن کے فاعدے مقرر ہوں اور جن کی وجہ سے فضول کے جھگڑے، بکھیڑے نہ اُٹھ کھڑے ہو سکتے ہوں۔

۳۔ جن کھیلوں سے تندرستی اچھی ہوتی ہو۔ بدن کے سب حصّوں کو محنت کرنی پڑتی ہو اور جن سے دل و دماغ یا عقل میں تیزی آتی ہو۔ ساتھ ہی ساتھ جن سے طبیعت خوش ہوتی اور دل بہلتا ہو۔ ایسے ہی کھیل چُنے جانے کے لائق ہوتے ہیں۔

۴۔ وہی کھیل زیادہ دلچسپ اور آرام دینے والے ہوتے ہیں جن میں ایک ہی ساتھ کئی لڑکے حصّہ لے سکتے ہیں اور جو باہر میدان میں کھیلے جاتے ہیں۔

اِن باتوں کے ساتھ ہی ساتھ کچھ اور باتوں پر بھی غور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اِن میں سے کچھ خاص باتیں یہ ہیں۔ سب سے پہلے کھیل کی کارروائی مقرر کر لینی چاہئیے۔ یعنی کھیل کس طرح کھیلا جائے گا۔ اِس میں کون کون سی باتیں

پہلے ہوں گی اور کون کون سی بعد میں۔ اگر ضرورت سمجھی جائے تو پہلے کھیلنے والوں کو کھیل کی سب ضروری باتیں بتلا دینی چاہیئے۔ ایسا کرنے سے کھیل میں کوئی خاص گڑبڑی نہیں پڑتی اور کھیلنے والے غلطی بھی نہیں کرتے۔ یہ بھی دھیان میں رکھنا چاہیئے کہ کھیل اتنے زیادہ وقت تک نہ کھیلا جائے کہ کھیلنے والوں کے دل کھیل سے اُکتا جائیں۔ کیونکہ ایسا ہونے سے کھیل کا مزہ جاتا رہتا ہے۔

کھیل میں کسی کھیلنے والے سے غلطی ہوگئی ہو تو اُس کو جسمانی سزا نہ دی جائے۔ یا کوئی ایسی بات نہ کی جائے کہ وہ پست ہمّت ہوکر بیٹھ جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کھیل کے بگڑ جانے کا خوف ہے۔ اگر کھیل میں کسی طرح کی بے ایمانی ہو تو آپس ہی میں اُسے طے کر لینا چاہیئے۔

اِن باتوں پر خیال رکھ کر کھیل کھیلنے سے کئی طرح کے فائدے ہوتے ہیں۔ جن میں سے

کچھ کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ کھیل سے خوش دلی اُسی حالت میں حاصل ہو سکتی ہے جب کھیل قاعدہ کے ساتھ کھیلے جائیں اور اُن میں کسی طرح کی بے ایمانی نہ کی جائے۔

مشق

۱- کھیل سے کیا فائدہ ہے؟
۲- کس طرح کے کھیل کھیلنا چاہیے؟
۳- کھیلنے سے پہلے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟
۴- کھیل کتنے طرح کے ہوتے ہیں؟
۵- معنی بتاؤ:-
خوش اخلاقی۔ دلچسپ۔ خاموشی۔
۶- جملے بناؤ:-
دل کو قابو میں رکھنا۔ عادت پڑتی ہے۔ کام لینا۔

سبق (۳۷)

تصویر بنانا

عام - مصوّری - عالم - ظاہر - مصوّر

لڑکوں کی پیاری چیزوں میں سے تصویر بھی ایک چیز ہے۔ تصویر لڑکوں کو بہت اچھی لگتی ہے۔ نہ صرف لڑکوں ہی کو اچھی تصویر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے بلکہ اُس کا اثر بڑے بڑے آدمیوں پر بھی پڑا کرتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو کسی اچھی تصویر کو دیکھ کر خوش نہ ہو اور ایک بار اُس کی تعریف میں واہ واہ اور کیا خوب نہ کہہ بیٹھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر تصویر اچھی نہ ہوگی تو اُس کا پورا اثر اُس کے دیکھنے والے پر نہ پڑ سکے گا۔

عالموں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے تصویروں ہی کے ذریعہ سے آدمی اپنے دل کی باتیں دوسروں پر ظاہر کرتے تھے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب زبان یا بولی نہ بنی تھی اور جب زبان کے حروف تہجّی نہ مقرّر ہوئے تھے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ تصویر کھینچنے کا کام یا ہُنر بہت پُرانے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ شاید تصویر کھینچنے کا ہُنر ہی وہ سب سے پہلا ہُنر ہے جسے آدمی نے اپنے فائدے کے لئے ایجاد کیا تھا۔

جس طرح ہم بول کر یا لکھ کر اپنے مطلب ظاہر کیا کرتے ہیں اُسی طرح ہم اپنی بہت سی باتوں کو تصویروں کے ذریعہ سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ ایک شاعر یا ایک اچّھا لکھنے والا جو کام اپنی شاعری یا اپنی تحریر سے کرتا ہے۔ قریب قریب وہی یا اُس سے کچھ کم یا زیادہ ایک مصوّر اپنی تصویر سے کرتا ہے۔ دل کی تمام باتوں اور باہر کی ساری چیزوں کو ایک مصوّر اپنی تصویر کے ذریعہ سے اچھی طرح دکھلا سکتا ہے اور اُن سب کو گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہی رکھ سکتا ہے۔

بڑے آدمیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آدمی کی ایک خاصیت اور قدرتی خاصیت نقل کرنا ہے۔ وہ ہر ایک بات کی کسی نہ کسی طرح ضرور نقل کیا کرتا ہے۔ نقل کرنے میں اُسے ایک قسم کی خوشی

ہوتی ہے اِسی کا نتیجہ ہے کہ کئی ایسے ہُنر نکل آئے ہیں۔ مصوّری بھی اِسی سے نکلی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مصوّری کا تعلق نقل کرنے سے ہے کیونکہ جتنی بھی تصویریں بنائی جاتی ہیں اُن میں کسی نہ کسی چیز یا بات کی نقل ہی کی جاتی ہے۔

ملک چین میں آج تک لوگ تصویروں ہی کے ذریعہ سے اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے ہیں۔ یعنی جیسے ہمارے یہاں لکھنے کے حروف ہیں چین میں ویسے حروف نہیں ہیں۔ وہاں کے حروف تصویروں کی شکل میں ہیں اور لوگ تصویر بنا کر ہی اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ایک طرح سے ہم اپنی زبان کے حرفوں کو بھی تصویر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے خیالات کے مقرّر کئے ہوئے نشان یا تصویر ہی ہیں۔

اب ہم اِن تصویروں کے بارے میں کچھ ضروری باتیں یہاں لکھتے ہیں جو دل خوش کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ تصویر

لکیروں سے ہی بنتی ہے۔ لکیریں سیدھی گول ٹیڑھی موٹی یا پتلی ہوتی ہیں۔ لکیروں کو ایک خاص طریقے پر سنبھال کر بنا دینے سے تصویر بن جاتی ہے۔ اس لئے کہنا چاہیئے کہ فن مصوّری کے سیکھنے میں لکیروں کے کھینچنے کی سب سے پہلے اچھی مشق ہونی چاہیئے۔

لکیروں سے جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اُنھیں خط کی تصویریں کہتے ہیں۔ ایسی تصویریں معمولی درجے کی تصویریں کہی جاتی ہیں۔ فن مصوّری کے سیکھنے میں پہلے ایسے ہی تصویروں کے بنانے کی مشق کرنی چاہیئے۔ اسکولوں یا مدرسوں میں جو ڈرائنگ معمولی درجے میں سکھائی جاتی ہے اُس کا تعلّق اسی طرح کی تصویروں سے ہے۔ یہ تصویریں چیزوں کی شکلوں یا خاکوں ہی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان سے اور زیادہ باتیں نہیں معلوم ہوسکتیں۔

جن تصویروں کی لکیروں کے ساتھ ہی ساتھ رنگوں سے بھی سجاوٹ کی جاتی ہے اور جن میں اس طرح پر رنگ دیے جاتے ہیں کہ وہ اُس

چیز کو جو تصویر میں بنائی جا رہی ہے، پوری طرح سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اِن تصویروں کو کاریگری کی رنگین تصویر کہتے ہیں۔ اِن تصویروں کا بنانا آسان کام نہیں ہے۔ اِن کے لئے خوب مہارت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِنھیں تصویروں میں پوری نقل اُتار دی جاتی ہے۔ اونچائی نیچائی شکل و صورت وغیرہ سبھی باتیں جیوں کی تیوں اُتر آتی ہیں۔ اگر ایسی تصویریں ہوشیاری کے ساتھ بنائی گئیں تو اُن کی جانب ہر ایک آدمی کا دل کھینچ جاتا ہے۔

تصویریں نہ صرف کاغذ ہی پر بنائی جاتی ہیں بلکہ اور دوسری چیزوں پر بھی بنائی جاتی ہیں۔ لکڑی، پتھر دھات، کپڑے وغیرہ سبھی پر تصویریں بنتی ہیں۔ جن لوگوں نے ناٹک یا تھیئٹر دیکھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کپڑے کے پردوں پر تصویریں بنا کر کس طرح لوگ نقلی باتوں کو اصلی کی طرح دکھا دیتے ہیں۔ اِسی طرح اور دوسری چیزوں پر بھی مصوّر ایسی تصویریں بنا دیتا ہے کہ وہ بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ جو تصویریں مٹّی یا پتّھر سے کاٹ چھانٹ کر بنائی

جاتی ہیں اُنھیں مورتیاں کہتے ہیں۔ اُن میں اور تصویروں میں بہت فرق ہے۔ تصویروں میں موٹائی وغیرہ نہیں ہوتی لیکن مورتیوں میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔

مصوّری ایک بہت ہی اچھّا اور مشکل ہُنر ہے۔ اس کے جاننے والوں کی دنیا میں سبھی جگہ بڑی عزّت ہوتی ہے۔ مصوّری سے مصوّر دولت اور بزرگی دونوں پاتا ہے اور دنیا میں اپنا نام بھی چھوڑ جاتا ہے۔ آج جو بہت پُرانی عمارتیں ہمارے ملک میں ہیں اُن میں سے بہتوں میں بڑی ہی اچھی اچھّی تصویریں بنی ہوئی ہیں جن کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پُرانے زمانہ میں فن مصوّری ہمارے یہاں اچھّی ترقی کر چکا تھا۔

آج کل تصویر کھینچنے کے لیئے علم طبیعات کے ذریعہ یورپ کے عالموں نے اچھی اچھّی کلیں بنادی ہیں۔ تصویر کھینچنے والی کل کو "فوٹوگراف" کہتے ہیں۔ اِس سے ہر ایک چیز کی اصلی قدرتی تصویر تھوڑی ہی محنت اور کم خرچ میں بہت ہی جلدی کھینچی جا سکتی ہے۔

لیکن جو تصویریں اِس سے کھینچی جاتی ہیں وہ رنگین نہیں ہوتیں۔ وہ صرف کالی اور سفید ہی ہوتی ہیں۔ ہاں ایک ہوشیار مصوّر اُن میں رنگ دے سکتا ہے۔ اور اُنھیں قدرتی بنا سکتا ہے۔

یہ تو ایک ظاہر بات ہے کہ تصویریں سبھی آدمیوں کو پیاری لگتی ہیں۔ تصویروں سے لوگ اپنے کمروں اور بیٹھکوں وغیرہ کو سجایا کرتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہر ایک آدمی اپنی خواہش یا طبیعت کے ہی مطابق تصویر لے کر رکھا کرتا ہے۔ اس لئے ہم کسی آدمی کے کمرے میں لگی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر اُس کی طبیعت کا بہت کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں اور یہ جان سکتے ہیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے، کن باتوں کو وہ بہت پسند کرتا ہے اور کس طبیعت و عادت کا آدمی ہے۔

جس طرح اچھی تصویروں کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے اُسی طرح بُری تصویروں کے دیکھنے سے دل ناخوش بھی ہو جاتا ہے۔ یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تصویروں کا بہت بڑا اثر ہمارے اوپر پڑتا ہے۔ کسی تصویر کو دیکھ کر ہم ہنسنے لگتے ہیں، اور کسی تصویر کو دیکھ کر ہمیں

رونا آ جاتا ہے۔ کسی تصویر کے دیکھنے سے ہمیں پرانی باتیں یاد آ جاتی ہیں۔ اور کسی تصویر کے اثر سے ہم کچھ نئی نئی باتیں سیکھ جاتے ہیں۔ اِسی سے یہ ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ اچھے اچھے خیالوں کے بڑھانے یا پیدا کرنے والی تصویروں کو چُن کر اپنے کمرے سجائیں۔ بہت سے آدمی اس بات کو دھیان میں رکھ کر دیوتاؤں یا اچھے نامور شخصوں یا پاک مقاموں وغیرہ کی تصویریں اپنے کمروں میں لگایا کرتے ہیں۔

مشق

۱۔ تصویروں کا ہم پر کیا اثر پڑتا ہے؟

۲۔ تصویریں کتنی طرح کی ہوتی ہیں؟

۳۔ کس قسم کی تصویریں ہمیں اپنے پاس رکھنا چاہیئے؟

۴۔ معنی بتاؤ اور جملے بناؤ:۔

آنکھوں کے سامنے رکھنا۔ معمولی درجے کی۔ آسان کام نہیں۔ نقل اُتار دی جاتی ہے۔

سبق (۳۸)

سرخط یا کرایہ نامہ

سلام۔ پسند۔ تشریف۔ اسم شریف۔ طے ہو جانا۔ حقدار۔

پنڈت پچھمی شنکر کانپور کے ایک رئیس ہیں۔ اُن کے پاس کئی گاؤں اور باغ باغیچے ہیں۔ شہر میں اُن کے کئی اچھے اچھے مکان اور بنگلے بھی ہیں۔ اُن کو وہ کرایہ پر اُٹھا دیا کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کو پندرہ سولہ سو ماہوار کی آمدنی ہو جاتی ہے۔

ایک دن وہ اپنے مکان کے سامنے والے باغ میں اپنے لڑکے کرونا شنکر کے ساتھ ٹہل رہے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان میں کچھ تھوڑے سے بادل بھی تھے۔ اُس وقت ایک صاحب نے آکر اُنھیں سلام کیا اور اُن سے کہا۔ "پنڈت جی میں آپ کے پاس ایک مکان کرایہ پر لینے آیا ہوں۔ میں وہ مکان جو بادشاہی ناکے میں اِس وقت خالی ہوا ہے، پسند کر آیا ہوں"۔ پنڈت جی نے جواب دیا۔ "ہاں آیئے تشریف رکھئے اور یہ تو بتلایئے کہ آپ

کہاں سے آرہے ہیں اور آپ کا اسم شریف کیا ہے"۔
وہ پھر ایک گول چبوترے پر جاکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
اور مکان لینے والے صاحب نے پنڈت جی کے
سب سوالوں کا جواب دے کر اُس مکان کا ماہواری
کرایہ دریافت کیا۔ پنڈت جی نے اُس مکان کا کرایہ
تیس روپیہ ماہوار بتایا۔ لیکن کہنے سُننے پر پچیس روپئے
ماہوار پر دینے کو راضی ہو گئے اور اُن سے بولے کہ اب
تو رات ہو رہی ہے۔ آپ کل سویرے ۹ بجے آئیے
اور سرخط وغیرہ کی لکھا پڑھی کر کے کل سے اپنے
رہنے کے لئے مکان کی تالی مجھ سے لے لیجئے۔
اس طرح سب بات چیت کے طے ہو جانے پر بابو رامیشر پرشاد
تو سلام کر کے چلے گئے اور کرونا شنکر نے اپنے
باپ سے سرخط کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔
اُس نے پوچھا۔ والد صاحب سرخط کسے کہتے ہیں اور اس
کے لکھانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے اُن بابو صاحب
کو مکان کی تالی آج ہی کیوں نہ دے دی۔ پنڈت جی
نے کرونا شنکر سے کہا۔ سُنو! میں تمھیں سب باتیں
ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ

مجھ سے اِن باتوں کے لئے اس اچھے موقع پر سوال کیا۔
دیکھو سرخط کو تم کرایہ نامہ بھی کہہ سکتے ہو۔ اس میں
جو آدمی جس آدمی کے مکان کو کرایہ پر لیتا ہے اُس کے
لئے وہ ایک سرخط لکھ دیتا ہے۔ اس سرخط میں وہ
مکان کے لینے کی منظوری اُس کے کرائے کی رقم
اور مکان کے پتہ وغیرہ کی باتیں لکھ دیتا ہے۔
اس طرح کے سرخط سے یہ بات پکّی ہو جاتی ہے کہ
اس آدمی نے پوری رضامندی سے اس مکان کو
کرائے پر لے لیا۔ سرخط لکھنے کے بعد وہ آدمی
کسی طرح مکان لینے سے انکار نہیں کر سکتا اور
جب سے وہ سرخط لکھتا ہے تب سے مکان
اُس کا ہو جاتا ہے۔ مکان کا مالک اُس آدمی سے
اپنے مکان کے لئے کرائے کے پانے کا حقدار ہو جاتا ہے۔
اور جب تک وہ مکان لینے والا مکان کو چھوڑ نہیں دیتا
تب تک کے لئے اُسے برابر وقت پر کرایہ دینا اور
اُس کی رسید لے لینا اُس کا فرض ہو جاتا ہے۔
سرخط میں مکان کے مالک اور کرایہ دار کے بیچ
میں جو شرطیں طے ہوتی ہیں وہ بھی لکھی جا سکتی

ہیں لیکن اُن کا لکھنا اِتنا ضروری نہیں ہے جتنا
اُن باتوں کا لکھنا ضروری ہے جنھیں میں نے ابھی
تمھیں بتایا ہے۔ اب تمھیں میں نمونے کے
طور پر سرخط کا مضمون سنائے دیتا ہوں۔ عام طور
سے سرخطوں میں یہی مضمون لکھایا جا سکتا ہے۔

(نمونہ سرخط)

منکہ تربینی ناتھ باج پیئی ایک قطعہ مکان دومنزلہ
واقع محلہ کرنیل گنج قصبہ اورّیا جو پنڈت پریم نرائن تواری
کا ہے مبلغ چالیس روپئے ماہوار کرائے پر تاریخ
یکم جولائی ۱۹۳۰ء سے واسطے رہنے کے لئے لے رہا ہوں
اور اقرار کرتا ہوں کہ مکان ہذا کا کرایہ ہر مہینے کی
چوتھی تاریخ کو ادا کرتا رہوں گا اور اُس کی رسید
تواری جی سے لیتا رہوں گا۔

مکان کی دو فصلہ مرمّت کا خرچ تواری جی
کے ذمّہ رہے گا۔

جس وقت تواری جی اپنا مکان مجھ سے خالی
کرانا چاہیں گے یا جس وقت میں خود آپ کے مکان کو
چھوڑنا چاہوں گا اُس وقت تواری جی مجھے یا میں

تواری جی کو ایک مہینہ پہلے نوٹس کے ذریعہ سے اطلاع دیں گے یا دوں گا۔ میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ جس حالت میں مکان مجھے مل رہا ہے جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اُسے اس حالت سے بگڑنے نہ دوں گا۔ اِس لئے اِن شرطوں کے ساتھ آج یہ سرخط میں نے لکھ دیا کہ سند رہے اور وقت ضرورت پر کام آوے۔

فقط تاریخ ۳۰ جون ۱۹۳۰ء۔

دستخط تربینی ناتھ باجپئی پکّی گڈھی اوریا (اٹاوہ)

دیکھو کرونا اگر کسی کرایہ دار سے مکان میں رہنے کی خاص کوئی مدّت بھی طے ہوتی ہے تو وہ بھی سرخط میں لکھ دی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں نہ تو کرایہ دار اُس مدّت سے پہلے مکان کے مالک کی رضامندی کے بغیر اُس مکان کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ مکان کا مالک بلا کرایہ دار کی رضامندی کے اُس مدّت کے پہلے مکان اُس سے خالی ہی کرا سکتا ہے۔ سرخط قریب قریب ویسا ہی کاغذ ہے جیسا کہ کاشتکار کی قبولیت کا کاغذ ہوتا ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ قبولیت کھیتوں کے بارے میں لکھی جاتی ہے اور سرخط مکان

کے بارے میں۔

مشق

۱۔ سرخط کیا چیز ہے؟
۲۔ سرخط کیوں لکھا جاتا ہے اور اُسے کون لکھتا ہے؟
۳۔ سرخط میں کون کون سی باتیں لکھی جاتی ہیں؟
۴۔ جملہ بناؤ:۔ لکھا لکھایا۔ کہنا سُننا۔ باغ باغیچے۔

سبق (۳۹)

ڈاک خانہ

تنخواہ۔ رجسٹری۔ ترکیب۔ بارے میں۔ قاعدہ

تم لوگ ڈاک خانہ سے تعلّق رکھنے والی کچھ باتیں تو پہلے ہی جان چکے ہو۔ آج ہم تمھیں اُن باتوں کے علاوہ کچھ اور ایسی باتیں بتائیں گے جن باتوں کا جاننا بھی تمھارے لئے مفید اور ضروری ہے۔

سب سے پہلے ہم تمھیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ چِٹھیاں کتنی صورتوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ معمولی طرح سے تو تم جانتے ہی ہو کہ چِٹھیاں یا تو اُس پوسٹ کارڈ پر

لکھ کر بھیجی جاتی ہیں جو تین پیسے میں ہر ایک ڈاک گھر سے مول لیا جاسکتا ہے یا کسی بازار میں بکنے والے سادے پوسٹ کارڈ پر ڈاک گھر سے تین پیسے کے ٹکٹ لیکر لگادو اور اُس پر لکھ کر روانہ کر سکتے ہو یا کاغذ پر چٹھی لکھ کر اور اُس لفافے میں رکھ کر بھیج سکتے ہو جو ڈاک گھر سے پانچ پیسے میں لیا جاتا ہے۔ اگر تم چاہو تو کسی بھی لفافے میں اپنی چٹھی بھیج سکتے ہو۔ ہاں تمھیں اُس لفافے پر پانچ پیسے کا ٹکٹ لگانا پڑے گا۔

کیا تم جانتے ہو کہ اِن پوسٹ کارڈوں اور ٹکٹوں کی بکّری سے جو رقم سرکار کو وصول ہوتی ہے اُس سے سرکار کیا کام کرتی ہے۔ اچّھا سُنو، ہم بتاتے ہیں۔ اِس رقم سے سرکار اُن سب ڈاک خانوں کا خرچ چلاتی ہے جو اُس کی طرف سے ہمارے سارے ہندوستان میں کُھلے ہوئے ہیں۔ ڈاک خانوں میں جو لوگ نوکر ہیں اُن کی تنخواہیں اُسی آمدنی سے دی جاتی ہیں۔

اچّھا اب اور سُنو اگر تم اپنی چٹھیوں پر ٹکٹ نہ لگاؤ تو بھی وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گی لیکن یہ مت سمجھو کہ سرکار اُن کے پہنچانے کا محصول نہ لے گی۔

جب تمھاری بغیر ٹکٹ لگی ہوئی چٹھی اپنے مقام پر پہنچے گی تب وہاں کا ڈاکیہ یا پوسٹ مین اُسے لے جا کر اُس آدمی سے جس کے پاس وہ بھیجی گئی ہے دونا محصول لے لے گا۔ تب کہیں تمھاری چٹھی دے گا۔ جو پیسہ وہ زیادہ لیتا ہے وہ ٹکٹ نہ لگانے کا جُرمانہ ہے۔ اگر وہ آدمی اُس چٹھی کو نہ لے اور دونا محصول نہ دے تو چٹھی رساں اُس چٹھی پر "لینے سے انکار" لکھا کر پھر اُسے تمھارے پاس لوٹا دے گا۔ اگر تمھارا پتہ اُس کے اوپر نہ لکھا ہوگا تو تمھاری چٹھی کھول کر پڑھی جائیگی اور تمھارا پتہ معلوم کیا جائے گا۔ جب تمھارے پاس چٹھی واپس آئے گی تب تمھیں معہ جُرمانہ محصول دینا پڑے گا۔ اِس قسم کی چٹھیوں کو "بیرنگ" چٹھیاں کہتے ہیں۔ اِن پر ایک دوسرے ڈھنگ کی مُہر لگی رہتی ہے۔ جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ چٹھیاں بیرنگ کی گئی ہیں۔

تم جانتے ہی ہو کہ لفافے کا دام پانچ پیسہ اور سادے لفافے پر لگائے جانے والے ٹکٹ کا بھی دام پانچ ہی پیسہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر تم کچھ چھپنے کے لئے یا چھپا ہوا کاغذ لفافے میں بھیجو اور وہ تول میں زیادہ نہو

تو پانچ پیسے کے ٹکٹ کی جگہ دو ہی پیسے کا ٹکٹ لگا سکتے ہو۔ ایسا کرنے کے ساتھ ہی تمھیں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ تمھارا لفافہ کھلا ہی رہے۔ اگر اُسے بند کر دوگے تو تمھیں پانچ پیسے کا ٹکٹ اُس پر لگانا پڑے گا۔ نہیں تو جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، بیرنگ ہو جائے گا۔

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمھاری چٹھی بڑی حفاظت اور ہوشیاری کے ساتھ ٹھیک اُسی آدمی کے ہاتھ میں دی جائے جس آدمی کے پاس وہ بھیجی جا رہی ہے اور تمھیں اِس بات کا ثبوت بھی مل جائے کہ تم نے ایک چٹھی اُس آدمی کے پاس بھیجی اور وہ اُسے مل بھی گئی تب تو تمھیں اپنی چٹھی کی رجسٹری کروا لینا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈاک بابو تمھاری چٹھی کو اپنے ایک خاص رجسٹر میں درج کر لے گا۔ اُس رجسٹر میں وہ بھیجنے والے کا پتہ۔ پانے والے کا پتہ۔ چٹھی کا حُلیہ (یعنی وہ لفافہ ہے یا پوسٹ کارڈ) اور بھیجنے کی تاریخ اُس کے محصول کے ساتھ لکھ لے گا اور تم کو بھی اُسی رجسٹر سے ایک رسید دے دیگا۔ اس کے بعد وہ اس چٹھی پر اپنے رجسٹر سے دیکھ کر چٹھی کا نمبر چپکا دیگا۔ اور مُہر لگا کر بھیج دیگا۔ چٹھی کے ساتھ ایک رسید کا کاغذ (جو چھپا رہتا ہے)

بھی اس لئے بھیج دے گا جس سے چٹھی پانے والا پہلے اُس رسید پر اپنی دستخط کر دے۔ ڈاک کے ذریعہ سے وہ رسید بھی تمھارے پاس آجاوے گی۔ رجسٹری کرانے کا محصول تین آنے لگتا ہے۔ اس میں پوسٹ کارڈ یا لفافے کا دام شامل نہیں ہے۔ اُس کا دام الگ دینا پڑتا ہے۔ رجسٹری کا ایک خاص لفافہ بھی ڈاک خانہ میں بکتا ہے۔ اُس کے دام ساڑھے تین آنہ یا چودہ پیسے ہیں۔ ایک لفافہ اور بھی ہوتا ہے۔ وہ کچھ بڑا ہوتا ہے اور اِسی سے اُس کا دام چار آنہ ہے۔

جس لفافے کی تم رجسٹری کراؤ اُسے چاروں طرف سے خوب بند کر کے لاکھ لگا کر اپنی مُہر لگا دو۔ جس سے یہ ڈر نہ رہے کہ کوئی اُسے کھول لے گا۔ جس کے پاس وہ پہنچے اُسے چاہیئے کہ وہ اُس لفافے کو خوب اچھی طرح دیکھ بھال لے کہ کہیں سے وہ کسی طرح کھولا تو نہیں گیا۔ اُس کی سب مُہروں کی چھاپیں تو ٹھیک ہیں۔ اگر اُسے کچھ شبہہ ہو تو وہ فوراً ڈاک بابو سے کہہ سکتا ہے۔ ڈاک کا محکمہ یا پوسٹل ڈپارٹمنٹ اس کا جواب دے گا۔

اگر تم کسی کے پاس کوئی قیمتی چیز یا نوٹ وغیرہ ڈاک گھر کی معرفت بھیجنا چاہتے ہو تو تم اُس کا بیمہ یا انشیورنس

کرا سکتے ہو۔ تم اُس کے اوپر اپنی چیز کا دام لکھ دو اور بیمہ کا محصول دے دو۔ ڈاک کا محکمہ اُس کی تمھیں رسید دے گا اور اُس آدمی سے بھی رجسٹری کی طرح رسید منگا کر تمھیں دے دیگا جس کے پاس وہ بھیجا گیا ہے اگر وہ کسی طرح کہیں کبھی کھو جائے یا لا پتہ ہو جائے تو محکمہ ڈاک تمھیں اُتنی رقم واپس دے گا جتنی تم نے اُس کے اوپر لکھی تھی۔ اِسے بیمہ یا انشیور کہتے ہیں۔

منی آرڈر کے ذریعہ سے تم ڈاک گھر سے جس طرح روپیہ کہیں بھیج سکتے ہو اُس کا حال تو تم جانتے ہی ہو۔ اس لئے ہم تمھیں اس کے متعلق یہاں کچھ نہیں بتانا چاہیے۔ تم شاید یہ نہ جانتے ہوگے کہ ڈاک خانہ کے ذریعہ سے تم کسی بھی آدمی کے پاس چاہے وہ کہیں بھی رہتا ہو جو چیز چاہو کیسے بھیج سکتے ہو۔ اِس لئے ہم تمھیں اِس کے بارے میں کچھ ضروری باتیں بتاتے ہیں۔

جو چیز تم کسی آدمی کے پاس ڈاک خانہ کے ذریعہ سے بھیجنا چاہتے ہو پہلے اُسے کاغذ یا کپڑے سے لپیٹ کر اس طرح بنا کر تیار کرو کہ وہ ہر طرح سے حفاظت میں رہ سکے اور کھل کر برباد نہ ہو سکے۔ اگر کوئی ٹوٹنے پھوٹنے

والی چیز ہے تو تم اُسے کسی کاٹھ یا ٹین کے بکس میں بند کر سکتے ہو۔ اس طرح جب تم اُسے تیار کرو تب اُس کے اوپر اُس آدمی کا پتہ صاف صاف لکھو جس کے پاس تم اُسے بھیج رہے ہو۔ اُس کے ساتھ ہی تمھیں ایک طرف اپنا بھی پتہ صاف صاف لکھنا چاہیئے تاکہ وہ چیز اگر اُس کا پانے والا آدمی نہ مل سکے یا وہ اُسے واپس کر دے تو پھر تمھارے پاس اُسی طرح لوٹ آئے۔ اب اُس پر اُتنے داموں کے ٹکٹ لگا دو جتنے اُس کی تول کے حساب سے اُس پر لگنے چاہیئے۔ اُس کا مفصل حال تمھیں اپنے یہاں کے ڈاک بابو سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یا تم ڈاک گھر کی قواعد کی کتاب میں خود ہی دیکھ سکتے ہو۔ یہ کتاب ڈاک گھر سے تمھیں تھوڑے ہی داموں میں مل سکتی ہے۔ محکمہ ڈاک کی ساری باتیں اُس میں لکھی رہتی ہیں۔

جب تمھارا کام ختم ہو جائے تب تم ڈاک خانے میں اُسے دے کر اور رسید لے کر چلے آؤ۔ وہ چیز تمھاری ٹھیک طرح سے اپنے مناسب مقام پر پہنچ کر پانے والے کو مل جائے گی۔ اس کی تم رجسٹری بھی کروا سکتے ہو۔ ہاں رجسٹری کا محصول تمھیں دینا ہوگا۔ اب اگر تم اُس آدمی سے اپنی چیز کا دام بھی لینا چاہتے ہو اور اُسے ڈاک سے منگوانا چاہتے ہو

تو تمھیں اپنی چیز کے اوپر اُس چیز کا دام بھی لکھ دینا چاہیۓ۔ اور اپنے نام کا ایک منی آرڈر فارم بھی بھر کر ڈاک گھر میں دے دینا چاہیۓ۔ تمھارے دام کے روپیۓ ڈاک بابو اُس آدمی سے وصول کر کے اُسی منی آرڈر کے ذریعہ سے تمھارے پاس بھجوا دیں گے۔

اِس طرح چیز بھیجنے کو پارسل یا وی۔ پی پارسل بھیجنا کہتے ہیں۔ وی پی کے معنی ہیں ویلیوپے ایبل یا اجرا ہونے والے دام کا پارسل۔

اچھا اب تمھیں ڈاک کے بارے میں قریب قریب سبھی ضروری باتیں معلوم ہو گئیں۔ اب ذرا دوسری باتیں سُنو۔ ڈاک کا محکمہ ہمارے ملک میں پہلے نہ تھا۔ پُرانے زمانے میں لوگ چٹھی۔ خط وغیرہ اپنے نوکروں یا آنے جانے والے کسی جان پہچان کے آدمی سے بھیجا یا بھجوایا کرتے تھے۔ بادشاہ شیر شاہ نے (جس نے مغل بادشاہ اکبر کے باپ ہمایوں کو لڑائی میں ہرا کر دلّی کی بادشاہی لے لی تھی اور خود بادشاہ ہو گیا تھا) یہاں محکمہ ڈاک کا کام شروع کیا۔ اُس نے بڑے قصبوں یا شہروں میں اس کے لئے آدمی نوکر رکھے۔ ڈاک لے جانے کے لئے جو آدمی رہتے تھے وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک

قصبے یا شہر سے دوسرے قصبے یا شہر میں ڈاک پہنچایا کرتے تھے۔ اور پھر اِسی طرح اُس قصبے یا شہر سے دوسرے آدمی دوسرے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے والے قصبے یا شہر میں ڈاک لے جاتے تھے۔

یہ طریقہ اکبر کے بھی زمانہ میں چلتا رہا۔ لیکن اس کی بہت اچھی ترقی اُس وقت تک نہ ہو سکی جس وقت تک ہمارے ملک میں انگریز سرکار کی حکومت نہ قائم ہو گئی۔ ہماری سرکار نے اِس محکمے کو بڑی اچھی ترقی دی ہے۔ ریلوں کے کھُل جانے سے تو ڈاک کے آنے جانے میں بہت بڑی آسانی اور سہولت ہو گئی ہے۔ تھوڑے ہی وقت میں دور دور کے مقاموں سے اب ریل کی مدد سے خط خطوط کم خرچ میں بہت آسانی کے ساتھ آجاتے ہیں۔

جناب لارڈ ڈلہوزی نے جو یہاں کے گورنر جنرل تھے، سب سے پہلے ۱۸۵۳ء میں اِس محکمہ ڈاک کی بنیاد ڈالی۔ اُنھیں نے ڈاک کے ٹکٹوں (پوسٹل اسٹامپ) کا طریقہ جاری کیا۔ اور اِس طور سے ڈاک کے آنے جانے کی ترکیب نکالی۔ اِنھیں کے زمانہ سے ریل کا کاروبار بھی ہمارے ملک میں شروع ہوا ہے۔ اِن کے بعد

دھیرے دھیرے دونوں محکموں کی دن بدن ترقی ہوتی گئی اور اب ایسی ترقی کی حالت کو یہ دونوں محکمے پہنچ گئے۔ اگر یہ دونوں محکمے اپنے اپنے کام بند کردیں اور یہ توڑ دئے جائیں تو ہمارا اور ہمارے ملک کا کام ہی شاید اچھی طرح نہ چل سکے۔

جس طرح یہاں ریلوں کے ذریعہ سے ڈاک ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہنچائی جاتی ہے اسی طرح بڑے بڑے جہازوں کے ذریعہ سے ایک ملک سے دوسرے ملک کو ڈاک پہنچائی جاتی ہے۔ یہاں سے ہم انگلینڈ جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی۔ امریکہ۔ افریقہ اور جاپان وغیرہ جس ملک میں چاہیں اپنے خط وغیرہ تھوڑے محصول میں بھیج سکتے ہیں۔ باہری ملک کے آدمی ہمارے ساتھ بھی اسی طرح خط وغیرہ کا سلسلہ جاری کر سکتے ہیں۔ ان سب باہری ملکوں کے ساتھ جو کچھ ہمارا خط و کتابت وغیرہ کا کام ہوتا ہے۔ وہ سب جہازی ڈاک کے محکمہ ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔

اب تھوڑے دنوں سے ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بھی انگلینڈ۔ امریکہ وغیرہ ملکوں سے ڈاک کے

آنے جانے کا بند و بست کیا گیا ہے۔ لیکن ابھی اِس کی ابتدائی حالت ہے۔ اِسے "ہوائی جہاز" یا "ایر میل" کہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اِس محکمے کی بھی اچھی ترقی ہو جائے گی اور ہمیں دور دور کے ملکوں سے تھوڑے ہی وقت میں ہوائی ڈاک کے محکمہ کی مدد سے کم خرچ میں خط وغیرہ ملنے لگیں گے۔

مشق

۱۔ ڈاک کا کاروبار پہلے کس نے شروع کیا؟
۲۔ رجسٹری کیسے کرائی جاتی ہے؟
۳۔ جہازی ڈاک سے کیا مطلب ہے؟
۴۔ بیرنگ سے کیا سمجھتے ہو؟
۵۔ وی پی پارسل کیسے بھیجا جاتا ہے؟
۶۔ معنی بتاؤ:۔ قاعدہ۔ ترکیب۔ شاید۔ ابتدائی۔
۷۔ جملوں میں اِن کا استعمال کرو:۔ دھیرے دھیرے۔ کام چلنا۔ ٹھکانے پر۔

سبق (۴۰)

عدالتیں

قصور - سزا - شیطانی - جُرم - اجلاس - فیصلہ

مولوی صاحب نے ایک دن درجہ چار کے لڑکوں کو بلا کر کہا۔ لڑکو! آج ہم تمھیں کچھ ایسی باتیں بتائیں گے جن سے تم کو ایسی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ جو تمھیں آگے چل کر بہت فائدہ پہنچائیں گی اور جس کا یاد رکھنا تمھارے لئے ضروری بھی ہے۔ لڑکے یہ سُن کر بڑی ہوشیاری سے کھڑے ہوکر مولوی صاحب کی طرف دیکھنے لگے اور دل لگا کر سُننے کے لئے تیار ہو گئے۔

اب مولوی صاحب نے کہا دیکھو "جب تمھارے درجے میں کوئی لڑکا شیطانی کرتا ہے اور کسی لڑکے کو کسی طرح ستاتا ہے تب کیا ہوتا ہے؟ کوئی بھی لڑکا پہلے میرے اس سوال کا جواب دے تب میں آگے کچھ بتاؤں"

رام سیوک نے جھٹ ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "مولوی صاحب! میں اِس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ جب کوئی لڑکا

شرارت کرتا ہے اور درجے میں کسی دوسرے لڑکے کو ستاتا ہے تب آپ اُسے سزا دیتے ہیں جس سے پھر کبھی وہ ویسی بدمعاشی نہ کرے۔"

مولوی صاحب نے پوچھا "کیا میں یوں ہی سزا دینے لگتا ہوں؟ مجھے کیسے معلوم ہوتا ہے کہ اِس لڑکے نے شرارت کی ہے؟"

رحیم نے جواب دیا "مولوی صاحب جس لڑکے کو کوئی ستاتا ہے وہ اُس ستانے والے لڑکے کی پہلے آپ کے پاس جاکر شکایت کرتا ہے اور آپ کو بتاتا ہے کہ اُس لڑکے نے کیا شرارت کی ہے۔ تب آپ اُس لڑکے کو بلاتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں کہ تو نے کیا ایسی شیطانی کی ہے۔ تیری یہ لڑکا شکایت کرتا ہے۔ تب وہ لڑکا آپ سے سب حال بتاتا ہے۔ اگر وہ کہدیتا ہے یا چُپ چاپ کھڑا رہتا ہے تب آپ جان جاتے ہیں کہ اس نے شیطانی کی ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے کچھ بھی شرارت نہیں کی لڑکا جھوٹی شکایت کرتا ہے تب آپ اور لڑکوں کو گواہی دینے کے لئے بلاتے ہیں۔ اگر لڑکوں کی گواہی سے اُن کی

شرارت ثابت ہوگئی تب تو آپ اُسے سزا دیتے ہیں اور اگر نہ ثابت ہوئی تو اُس جھوٹی شکایت کرنے والے لڑکے کو جھوٹ بولنے کے لئے پیٹتے ہیں"

مولوی صاحب نے کہا" شاباش رحیم! تم نے بہت ٹھیک جواب دیا۔ میں ٹھیک اِسی طرح کسی کی شکایت کی جانچ کر کے شرارت کرنے والے کو سزا دیتا ہوں۔ لڑکو! تم سب اِن باتوں کو تو جانتے ہی ہو۔ اچھا اب آؤ ہم تمھیں کچھ نئی اور ضروری یا جاننے کے لائق باتیں بتائیں۔

دیکھو جس طرح درجے کا بندوبست کرنے کے لئے میں یہاں رہتا ہوں اُسی طرح گانوں قصبوں اور شہروں کا انتظام کرنے کے لئے بھی سرکار کی طرف سے وہاں کچھ افسر اور حاکم رہا کرتے ہیں۔ یہ اکثر لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ اُسی طرح انصاف کے ساتھ کیا کرتے ہیں جس طرح اس اسکول میں (مدرسے میں) ہم لوگ تمھارے جھگڑوں کا نپٹارا کیا کرتے ہیں۔

حاکم اِسی طرح لوگوں کی شکایتیں اپنی اپنی عدالتوں یا کچہریوں میں سنا کرتے۔ اُن کی جانچ کیا کرتے

اور پھر شرارت کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں۔ جس طرح ہم لوگ یہاں اپنے اپنے درجوں میں تم لوگوں کی شکایتیں سُنتے اُن کی جانچ کرتے اور بدمعاش لڑکوں کو سزا دیا کرتے ہیں۔

عدالتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن میں روپئے پیسے مال و اسباب زمین وغیرہ سے تعلق رکھنے والے مقدموں کی جانچ کی جاتی ہے اور اُن کے جھگڑوں کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ ایسی کچہریوں کو دیوانی یا مال کی عدالتیں کہتے ہیں اور اِس محکمہ یا حصّہ کو "محکمہ مال" کہتے ہیں۔ دوسری وہ ہیں جن میں چوری ڈاکہ مارپیٹ اور دوسری قسم کے جھگڑوں کی شکایتوں کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ انہیں عدالت فوجداری کہتے ہیں۔

عدالت مال کے بڑے بڑے افسر۔ منصف۔ خفیفہ جج۔ سب جج۔ جج اور ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ فوجداری عدالتوں کے افسر مجسٹریٹ، سشن جج، ضلع جج (ڈسٹرکٹ جج) اور ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ ہائی کورٹ سب عدالتوں سے بڑی عدالت ہے۔ ہمارے صوبے میں صرف دو جگہوں

پر یہ عدالت ہے۔ ایک تو پریاگ یا الہ آباد میں اور دوسری لکھنؤ میں۔ لکھنؤ کی ہائی کورٹ کو "چیف کورٹ" کہتے ہیں۔ انھیں افسروں کے یہاں مال اور فوجداری کے جھگڑوں کی شنوائی ہوتی ہے۔

ہر ایک تحصیل میں ایک مجسٹریٹ رہتا ہے۔ اس کو تحصیلدار بھی کہتے ہیں۔ مجسٹریٹوں کے بھی تین درجے ہوتے ہیں۔ اوّل۔ دوئم اور سوئم۔ تحصیلدار کو عام طور سے سوئم درجے کے ہی اختیارات رہتے ہیں اور وہ چھوٹے چھوٹے مقدموں کا ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ضلع میں جو ڈپٹی کلکٹر رہتے ہیں انھیں عام طور سے دوئم درجے کے اختیارات رہتے ہیں اور وہ تحصیلدار کے فیصلوں کی جانچ کر سکتے ہیں اور اُن کی بہ نسبت زیادہ سزا دے سکتے ہیں۔ ضلع کا جو کلکٹر ہوتا ہے اُسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کہتے ہیں۔ اِسے اوّل درجے کے اختیارات رہتے ہیں اور ڈپٹی کلکٹروں کے کئے ہوئے مقدموں کی جانچ کر کے اُس کی بہ نسبت بڑے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہوا زیادہ سزائیں دے سکتا ہے۔

بڑے بڑے جرموں کا فیصلہ بڑی عدالتوں کے

بڑے حاکم جیسے سشن جج اور ڈسٹرکٹ جج وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ ہائی کورٹ ہیں وہ لوگ جنھیں اپنے مقدموں کے اور حاکموں کے کئے ہوئے فیصلوں میں شک ہوتا ہے، اپنے مقدموں کی جانچ پھر سے کروا سکتے ہیں۔ سرکار نے اسی لئے اس بڑی عدالت کو کھول رکھا ہے جس سے کسی کے ساتھ ظلم نہ ہونے پائے۔ ہائی کورٹ میں دو جج ایک ساتھ بیٹھکر مقدمے پر غور کرتے ہیں اور اپنے اپنے فیصلوں کو لکھ کر تیار کرتے ہیں۔ اِس طرح فیصلہ پورے طور سے انصاف کے موافق ہی رہتا ہے۔

اب ہم تمھیں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان عدالتوں میں لوگ کس طرح اپنے جھگڑوں کی شکایتیں کیا کرتے ہیں۔ اچھا سُنو! جب کسی آدمی کا کسی سے روپیہ پیسہ یا زمین وغیرہ کے متعلق جھگڑا ہوتا ہے تب وہ اپنی شکایتوں کی عرضی لکھ یا لکھوا کر محکمہ دیوانی کی عدالتوں کے افسروں کے یہاں دے سکتا ہے۔ افسر اُس عرضی کو دیکھ کر دونوں جھگڑا کرنے والوں کو اپنے اجلاس میں بلاتا ہے۔ دونوں کے پاس اپنا حکم جسے دسمن،

کہتے ہیں، بھیجتا ہے۔ جب دونوں وہاں حاضر ہوتے ہیں، تب اُن کے بیانوں کو سُن کر اپنے اپنے ثبوتوں کے پیش کرنے کے لئے اُن سے کہتا ہے۔ پھر اُن کے گواہوں کے بیانوں اور ثبوتوں کو غور کر کے اپنا فیصلہ سُناتا ہے۔

جب کسی آدمی کے یہاں چوری، ڈاکہ وغیرہ سے تعلّق رکھنے والا معاملہ ہو جاتا ہے یا کہیں کسی سے فوجداری (مارپیٹ) وغیرہ ہو جاتی ہے تب وہ آدمی اپنی فریاد اپنے تھانے میں کر سکتا ہے۔ تھانے دار یا سب انسپکٹر پولیس (داروغہ جی) اُس کی فریاد کو سُن کر معاملہ کی جانچ کرتے ہیں۔ پھر اپنی تحقیقات سے معاملے کو سچّا سمجھ کر وہ شرارت کرنے والے کو پکڑ لیتے ہیں اور اُسے مجسٹریٹ کے سامنے سزا کے لئے حاضر کرتے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب کُل معاملے کو دیکھ کر اُس پر پورا پورا غور کر کے اپنا حکم سُناتے ہیں۔ اگر وہ مجرم کی بدمعاشی کے معاملے کو سچّا پاتے ہیں تو سرکاری قانون کے (جسے تعزیرات ہند کہتے ہیں) مطابق سزا دیتے ہیں اور اگر معاملے کو جھوٹ سمجھتے ہیں تو اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔

اب تو تم سب سمجھ ہی گئے ہوگے کہ عدالت کسے کہتے ہیں. وہاں کیا ہوتا ہے اور کس طرح سرکار کی حکومت میں انصاف ہوتا ہے۔ یہاں یہ بھی ہم تمھیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ سرکار اُن مقاموں میں جہاں ایک یا دو مجسٹریٹوں کے ہونے پر بھی کام نہیں چل سکتا وہاں کے دولت مند اور شریف، لائق اور مشہور آدمیوں کو مجسٹریٹ کے اختیار دے کر اُن سے مدد لیتی ہے۔ ایسے مجسٹریٹوں کو "آنریری مجسٹریٹ" کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اسی طرح لوگوں کے مقدموں کا فیصلہ کیا کرتے ہیں جس طرح سرکاری مجسٹریٹ کیا کرتے ہیں۔ انھیں سرکار کی طرف سے سرکاری مجسٹریٹوں کی طرح ماہواری تنخواہیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں ان کی عزّت بہت کی جاتی ہے۔ اچھا بتاؤ! تم کسی ایسے آنریری مجسٹریٹ کو جانتے ہو؟

شیام نے جھٹ جواب دیا۔ ہاں مولوی صاحب ہمارے ساتھی رمیش کے بابو جی اسی طرح کے آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ اور اپنے یہاں مقدمے کیا کرتے ہیں۔ سب لوگ اُنھیں سرکار یا حضور کہا کرتے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا۔ ہاں ہاں شیام تم نے ٹھیک بتایا۔ رمیش کے بابو یہاں کے آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ اچھا

ایک بات اور سُنو! سرکار کچھ لائق اور مشہور آدمیوں کو اپنی بڑی عدالتوں میں اس لئے بلایا کرتی ہے کہ وہ لوگ وہاں جج صاحب کے پاس بیٹھ کر مقدموں کو سُنیں اور اپنی اپنی رائے بتائیں۔ جج صاحب اُن کی رائے سُنتے ہیں اور پھر اُن پر غور کر کے اپنے فیصلے لکھتے ہیں۔ سرکار نے ایسا بندوبست اس لئے کیا ہے جس سے سچائی کے ساتھ رعایا کو اطمینان دینے والا انصاف ہو سکے۔ ایسے آدمیوں کو اسیسر اور 'جوری' کہا کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کی بھی بہت عزّت ہوتی ہے لیکن اُن کو بھی آنریری مجسٹریٹوں کے مانند سرکار کی طرف سے کسی طرح کی ماہواری تنخواہ نہیں دی جاتی۔ کیا تمھارے یہاں اس طرح کے اسیسر یا جوری ہیں۔

کریم نے جواب دیا۔ "مولوی صاحب! ہمارے دوست گوپال کے چچا جی تو جوری ہیں اور سخاوت اللہ کے ابّا جان اسیسر ہیں۔"

مولوی صاحب نے پوچھا "کیوں کریم! تم کو یہ کیسے معلوم ہوا ہے؟ کس نے تم کو بتایا ہے"؟

کریم نے جواب دیا۔ "مولوی صاحب! میرے ماموں صاحب وکیل ہیں اور اُنھیں سے میں نے اِن دونوں کے بارے میں یہ باتیں معلوم کی ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا۔ "ٹھیک ہے کریم"۔ پھر وہ لڑکوں سے بولے کہ اب تم لوگ جاؤ کل ہم پھر تمھیں اسی طرح کی کوئی اور ضروری اور مفید بات بتائیں گے۔

مشق

۱۔ عدالت کسے کہتے ہیں؟

۲۔ آنریری مجسٹریٹ اور اسیسر سے کیا سمجھتے ہو؟

۳۔ لوگوں کے جھگڑے کون اور کیسے نبٹاتا ہے؟

۴۔ جملے بناؤ:۔ شنوائی ہوتی ہے، عیش کرتا ہے۔ دولت مند۔

۵۔ ہائی کورٹ کسے کہتے ہیں؟

۶۔ کسی کی بدمعاشی کی شکایت کہاں اور کیسے کی جاتی ہے؟

سبق (۴۱)

اینٹ بنانا

منزلہ۔ سانچہ۔ چمنیاں۔ لکھوری۔ کھنجر

ایک دن رام دت اپنے باپ کے ساتھ نندپور نامی گانوں سے کانپور آیا۔ اس نے اس کے پہلے کبھی شہر نہ دیکھا تھا۔ اس سے کانپور کے شہر کو دیکھ کر اسے

بڑا تعجب ہوا۔ اُس نے اپنے گانوں میں نہ تو ایسے اونچے اونچے پکّے مکان ہی دیکھے تھے اور نہ دُکانوں کی ایسی قطاریں ہی دیکھی تھیں۔ اُس نے اپنے باپ سے پوچھا۔ والد صاحب! ہمارے گانوں میں یہاں کے ایسے خوبصورت مکان کیوں نہیں بنتے۔ اُس کے باپ نے کہا سُنو رام دت! اِس کی وجہ یہ ہے کہ گانوں میں اکثر مٹّی کے مکان بنتے ہیں۔ مٹّی سے دو منزلہ یا تین منزلے اونچے مکان نہیں بنائے جا سکتے۔ کیونکہ اگر مٹّی کی اِتنی اونچی دیوار اُٹھائی جائے تو وہ بھر بھرا کر گر جائے۔ رام دت نے کہا۔ اچھّا والد صاحب! تب یہاں پر مکان کس چیز سے بنائے جاتے ہیں؟ باپ نے کہا۔ اچھّا سُنو۔ شہروں میں گانوں کی طرح مکان بنانے کے لئے خوب کُھلی ہوئی زمین نہیں ملتی۔ شہروں کے رہنے والوں کو تھوڑی ہی سی جگہ میں اپنے آرام کے واسطے سب طرح کی سہولتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اِسی لئے یہاں پر پتّھروں اور اینٹوں سے مکان بنوائے جاتے ہیں۔ پتّھروں اور اینٹوں سے مکان بنانے میں ایک تو جگہ کم گھرتی ہے، دوسرے بہت دنوں تک مکان جیوں کے تیوں ہی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ پتّھروں اور اینٹوں پر

برسات کا زیادہ اور جلدی اثر نہیں پڑتا۔ گانوؤں کے مکان چونکہ مٹّی کے ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ برسات میں اکثر گر جاتے ہیں۔ اِس لئے بھی شہر کے لوگ اکثر مٹّی کے مکان نہیں اینٹوں اور پتّھروں کے ہی مکان بنواتے ہیں۔

رام دت بولا۔ والد صاحب پتّھر تو پہاڑوں اور کانوں سے نکلتے ہیں۔ اینٹیں کہاں سے آتی ہیں اور وہ ایسی مضبوط کیوں ہوتی ہیں کہ اُن پر برسات کا اثر بہت کم اور بہت دنوں میں پڑتا ہے؟

باپ نے کہا۔ بیٹا رام دت! تم نے یہ بہت ہی اچّھا سوال کیا۔ اینٹیں مٹّی سے بنائی جاتی ہیں اور وہ پکائی جاتی ہیں۔ تب وہ پک کر پتّھر ہی کی سی کڑی ہو جاتی ہیں۔

رام دت نے کہا۔ کہ والد صاحب! مجھے اینٹوں کے بارے میں سب ضروری باتیں بتائیے۔

رام دت کے باپ نے کہا۔ اچّھا سُنو! اینٹیں پیلی اور چکنی مٹّی کی بنائی جاتی ہیں۔ پہلے مٹّی کو پانی سے خوب تر کر دیتے ہیں اور پھر پیروں سے روند روند کر اُسے لسدار بنا لیتے ہیں۔ اِس میں ملے ہوئے کنکروں پتّھروں وغیرہ کو نکال کر الگ کر لیتے ہیں۔ اس طرح جب مٹّی بن کر

خوب تیار ہو جاتی ہے تب اُس سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔ اینٹیں بنانے کے لئے ایک چھوٹے سے صندوق کی شکل کا ایک چھوٹا سا ڈبا بنوایا جاتا ہے۔ جس کی لمبائی اندر سے نو اِنچ اور چوڑائی ساڑھے چار انچ اور موٹائی تین اِنچ کے قریب رکھی جاتی ہے۔ اکثر لوگ اینٹوں پر اپنا نام یا کوئی نشان رکھنے کے لئے اِسی ڈبے میں اُسے کھدوا لیتے ہیں۔ اِس سے اُن کی اینٹوں کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اِس ڈبے کو سانچہ کہتے ہیں۔ بس خوب گندھی ہوئی مٹی کا ایک لوندا بنا کر اِسی سانچے میں بھرتے ہیں۔ جو مٹی زیادہ ہوتی ہے اُسے ایک پتلے تار سے کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔ اس طرح مٹی بھی کناروں کے برابر ہو جاتی ہے۔ پھر ایک لکڑی کے تختے پر اس سانچے کو اُلٹ دیتے ہیں جس سے اُس میں سے اینٹ نکل آتی ہے۔ اب یہی اینٹیں چورس زمین میں ایک قطار سے سوکھنے کو رکھ دی جاتی ہیں۔ سانچے میں تھوڑی بالو بھی ڈالتے جاتے ہیں جس سے اُس میں مٹی چپٹ کر رہ نہ جائے۔ جب اینٹیں خوب سوکھ جاتی ہیں تب اُن کو ایک بڑے لمبے چوڑے بھٹے میں آگ سے پکاتے ہیں۔

اینٹوں کو اس طرح بھٹّے کے اندر رکھتے ہیں کہ اُن اینٹوں
کی قطاروں کے بیچ میں کچھ جگہ بنی رہتی ہے۔ ایسا
کرنے سے آگ انھیں اچھّی طرح سے پکا سکتی ہے۔ بھٹّے کے
ایک کنارے پر لوہے کی دو اونچی اونچی چمنیاں بنی رہتی
ہیں۔ اُنھیں چمنیوں کے اندر کوئلہ یا لکڑی رکھ کر آگ
لگا دی جاتی ہے۔ دھیرے دھیرے سارے بھٹّے میں آگ
پہنچ جاتی ہے اور اُس سے ساری اینٹیں پک جاتی ہیں۔
اگر چمنی نہ ہو تو آگ سب جگہ ایک سی نہ لگ سکے اور
اینٹیں بھی اچھّی طرح نہ پک سکیں۔

جب اینٹیں پک کر تیار ہو جاتی ہیں تب وہ مکان
بنانے کے کام میں لائی جاتی ہیں۔ پُرانے زمانے میں
جب سانچے سے اینٹوں کے بنانے کا رواج نہ تھا تب
لوگ ہاتھ ہی سے تھاپ کر اینٹیں بناتے تھے۔ اُنھیں
پُرانے چال کی اینٹیں یا لکھوری اینٹیں کہتے ہیں۔ یہ اینٹیں
بھی بڑی ہی مضبوط ہوتی تھیں۔ بڑی اور نئے چال کی
اینٹوں سے مکان بنانے میں وقت اور مزدوری دونوں
میں کمی ہوتی ہے۔ بڑی اینٹوں کی کئی قسمیں ہیں۔ جو
اینٹیں بہت صاف اور عمدہ نکلتی ہیں وہ اوّل درجے کی

جو اُس سے کچھ خراب نکلتی ہیں وہ دوم درجے کی اور
جو سب سے خراب ہوتی ہیں وہ کھنجر اینٹیں کہلاتی ہیں۔
کھنجر اینٹیں دیکھنے میں تو خوبصورت نہیں ہوتیں لیکن
ہوتی بہت مضبوط ہیں۔ اکثر بنیاد میں یہی کھنجر اینٹیں لگائی جاتی ہیں۔

رام دت! میں سمجھتا ہوں کہ اب تم اینٹوں کے بنانے
کی ترکیب سمجھ گئے ہوگے۔ اِنھیں اینٹوں سے شہروں میں
مکان بنائے جاتے ہیں اور وہ مٹّی کے گھروں سے بہت مضبوط
خوبصورت اور پائدار ہوتے ہیں۔ اینٹوں کی تجارت بھی
شہروں میں اِسی لئے خوب بڑھی چڑھی ہوئی ہے۔

مشق

۱۔ اینٹیں کیسے بنائی جاتی ہیں؟
۲۔ اینٹوں سے مکان لوگ کیوں بنواتے ہیں؟
۳۔ مٹّی کے مکان کیوں اِتنے مضبوط نہیں ہوتے ہیں؟
۴۔ جملے بناؤ اور معنی بتاؤ:۔
کھنجر۔ پائدار۔ بڑھی چڑھی۔ رواج تھا۔

تمام شد